امواجِ مدحت

نسیم کاظمی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور
☎ 7310944-7231490

ہماری کتابیں .....

خوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت

صفدر حسین

ضابطہ:-

اشاعت : 2005ء

مطبع : شرکت پریس لاہور

سرورق : ذیشان شبیر

قیمت : 150 روپے

اِنتساب

وہ ذات باعثِ تخلیقِ کائنات ہے جو
حبیبِ ربّ ہے میں یوں انتخاب کرتا ہوں
وہ جس کے اِسم سے ہیں صادقین سب موسوم
اُسی کے نام میں یہ اِنتساب کرتا ہوں

فہرست

۱	امواجِ مدحت	وحید الحسن ہاشمی	۱۱
۲	حمد ونعت اور منقبت	مشکور حسین یاد	۱۵
۳	امواجِ مدحت میں نسیم کاظمی کی شناوری	علامہ ضیا حسین ضیا	۱۸
۴	حرفِ آغاز	سیّد محمد نسیم کاظمی	۲۲
۵	حمدِ باری تعالیٰ		۲۵
۶	نعتؐ		۲۸
۷	قصیدہ		۳۱
۸	قطعہ		۴۱
۹	نذرِ پنجتن		۴۲
۱۰	قطعہ		۴۳
۱۱	منقبت		۴۴
۱۲	منقبت		۴۸
۱۳	تعارف فاطمہ زہراؑ		۵۱
۱۴	قطعات۔ بحضور حضرت علی علیہ السلام		۵۷
۱۵	اِک معرفت کا جام پلا دے مجھے علیؑ		۵۹
۱۶	منقبت		۶۰
۱۷	مشکل کشا علیؑ علیؑ		۶۳
۱۸	عیدِ غدیر		۶۷
۱۹	نہج البلاغہ		۷۲

۲۰	شہرِ نجف	۷۵
۲۱	منقبت	۷۸
۲۲	منقبت	۸۱
۲۳	شبِ ضربت	۸۳
۲۴	منقبت	۸۸
۲۶	قطعہ	۹۰
۲۷	حسنِ سبز قبا	۹۱
۲۸	منقبت	۹۴
۲۹	منقبت	۹۶
۳۰	صُلحِ حسن	۹۹
۳۱	قطعہ	۱۰۲
۳۲	قطعہ	۱۰۳
۳۳	قصیدہ	۱۰۴
۳۴	منقبت	۱۰۸
۳۵	ظہورِ خامسِ آلِ عبا امام حسین علیہ السلام	۱۱۱
۳۶	قطعہ	۱۱۸
۳۷	سلام	۱۱۹
۳۸	سلام	۱۲۳
۳۹	سلام	۱۲۶
۴۰	قطعہ	۱۲۹
۴۱	منقبت	۱۳۰
۴۲	منقبت	۱۳۲
۴۳	قطعہ	۱۳۴

۴۴	منقبت	۱۳۵
۴۵	منقبت	۱۳۸
۴۶	قطعات	۱۴۱
۴۷	منقبت	۱۴۵
۴۸	منقبت	۱۴۸
۴۹	منقبت	۱۵۱
۵۰	منقبت	۱۵۴
۵۱	منقبت	۱۵۶
۵۲	منقبت	۱۵۸
۵۳	مہدیٔ موعود	۱۶۱
۵۴	قطعہ	۱۶۲
۵۵	قطعہ	۱۶۳
۵۶	قطعہ	۱۶۴
۵۷	منقبت	۱۶۵
۵۸	منقبت	۱۶۷
۵۹	منقبت	۱۷۰
۶۰	منقبت	۱۷۳
۶۱	قصیدہ	۱۷۶
۶۲	منقبت	۱۸۱
۶۳	منقبت	۱۸۴
۶۴	أَيْنَ السَّبَبُ الْمُتَّصِلُ بَيْنَ الأَرْضِ وَالسَّمَاءِ	۱۸۷
۶۵	وہ نائبِ رسول وہ مرا امام زندہ ہے	۱۹۱

امواجِ مدحت............ایک جائزہ

جس طرح فلسفے کے لیے فکر ضروری ہے اسی طرح شاعری کے لیے حسیات اور جذبات ضروری ہیں اگر فکر وجذبہ متوازن ہیں تو شاعری قلوبِ انسانی کو ایسا متحرک کر دیتی ہے کہ ماہ وانجم انسان کے نقوش پا کی صورت نظر آتے ہیں لیکن اگر یہ دونوں غیر متوازن ہو جائیں تو ایسی شاعری نہ روح کو بیدار کرتی ہے نہ فلسفے ہی کے کام آتی ہے جو شعراء شاعری کو مقصدیت کی پیام بر یا اخلاقیات کی مبلّغ سمجھ کر تعقلانہ نکتہ بیان کر کے اپنے اشعار کو بھاری بھر کم کر دیتے ہیں ان کے اشعار کا رشتہ محسوسات سے منقطع ہو جاتا ہے۔

نسیم کاظمی نے اپنی آگہی کا عرفانِ حیات اور عقیدتِ باطنی سے تعلق قائم کر لیا ہے یہی سبب ہے کہ ان کی باطنی شخصیت سیّال ہوگئی۔ ان کے روحانی تجربے اور تجربوں کی لہروں کا عمل صحیح اور متعین راہ پر ہوتا رہا جس کی وجہ سے ان کی ذات ایک انجمن بن گئی۔ ان کی منقبتیں پڑھ کر ان کی تخلیقی قوتیں صفحۂ قرطاس پر چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی شاعری میں ان کی رفیع الشان شخصیت کی جھلک صاف نظر آتی ہے جو اسلوب ان کے لہجے کی پہچان ہے وہی ان کے شعری تجربے میں ڈھلا ہوا ہے یہی شعری تجربے کی رفعت جب الفاظ کے جامے میں آ جاتی ہے تو باطنی جذبے کو تحریک دینے والے اشعار شاعر کو منزلِ عروج پر پہنچا دیتے ہیں۔

نعت ہو یا سلام و منقبت شعراء یا تو شاعری کو دنیاوی منفعت کا ذریعہ سمجھتے ہیں یا شاعری کو تبلیغِ دین کا آلۂ کار بناتے ہیں۔ نسیم کاظمی نے محسوسات پر مبنی شاعری کو ایک آفاقی اور لافانی ثقافت کا پابند کر لیا ہے۔ انہوں نے اپنی اساسِ فکر کا ربط ان نامور شخصیتوں سے قائم کر لیا جن کے قول و فعل میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے منقبت کا تعلق چونکہ پاک اور بے عیب افراد سے ہوتا ہے اس لئے جب کوئی شاعر معصومین کی مدح کرتا ہے تو اس کی شاعری کا رخ زمین سے آسمان کی طرف ہو جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ عقیدت اُسے کہیں پھسلنے نہیں دیتی وہ ممدوح کے کارناموں میں اس طرح

گم ہو جاتا ہے کہ اس کی اپنی ذات منہا ہو جاتی ہے اور وہ تشبیہوں، استعاروں اور تلمیحوں کے پردوں میں ملفوف تہذیبِ قرآنی اور قدرِ اسلامی تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

نسیم کاظمی کے تخلیقی عمل میں بہ یک وقت تموّج اور تلاطم بھی ہے اور کہیں کہیں سکون اور ٹھہراؤ بھی ہے۔ وہ جدت پسند شعراء کی تقلید نہیں کرتے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کو فقط بشری لباس میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ وہ اساتذہ کرام کی شعری روایت سے مستفید ہوتے ہیں اور عقیدت میں ڈھلے ہوئے ایسے اشعار لکھتے ہیں جن میں غلو تو غلو مبالغے کا پہلو بھی نظر نہیں آتا اس سلسلے کے چند اشعار پیشِ قارئین ہیں۔

ہر ظلم کے خلاف اشارا حسین ہے
انسان کے دکھوں کا مداوا حسین ہے

....

ہوتے رہیں گے حق پہ فدا اہلِ حق سدا
اِک فرد تو نہیں ہے قبیلہ حسین ہے

....

میدانِ کار زار میں پڑھتا ہے جب رجز
اس دَم خدا کے شیر کا لہجہ حسین ہے

....

بادۂ الفت سے شہؑ کی جامِ دل لبریز ہے
غم کو تازہ کر رہا ہوں اشک افشانی کے ساتھ

....

زندگی مضمر ہے تیرے غم کی میٹھی آنچ میں
ہے جواں اسلام تیری مرثیہ خوانی کے ساتھ

....

منسلک ہیں حضرتِ عباسؑ یوں شبیر سے
جس طرح سے ربط ہے اِک موج کو پانی کے ساتھ

....

استغاثہ کربلا میں شاہ کا ہنگامِ عصر
تا ابد باقی رہے گا فکرِ انسانی کے ساتھ

....

عام طور سے کہا جاتا ہے کہ غزل کا حسن اختصار اور ایجاز میں ہے اور چونکہ منقبت غزل کے پیٹرن ہی پر کہی جاتی ہے اس لئے منقبت کے لیے بھی اختصار کا فن مفید ہے۔ اختصار کی ایک بہترین شکل صنعتِ تلمیح ہے۔ طویل واقعات کو کسی شعر میں بیان کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس لئے چند اہم الفاظ استعمال کر کے پورے واقعے کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

(غالبؔ)

اس شعر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

اس شعر میں جناب خضر اور سکندر کے درمیان جو واقعہ ہوا تھا اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نسیم کاظمی نے بھی اپنی کتاب ''امواجِ مدحت'' میں تلمیحات کا بڑے قرینے سے استعمال کیا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مومن ہو نسل میں تو نہ چلتی تھی ذوالفقار
سارے نسب عیاں ہیں علیؑ کی نگاہ میں

اس شعر میں شاعر نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے تحت یہ مشہور ہے کہ حضرت علیؑ کی ذوالفقار صرف مشرک یا کافر کو قتل کرتی تھی اگر دشمن کی آئندہ نسل میں کوئی مومن پیدا ہونے والا تھا تو اسے قتل نہ کرتی تھی۔

دیوار شق ہوئی ہے ترے گھر کی اے خدا
یہ کون آ رہا ہے تری بارگاہ میں

اس شعر میں دیوارِ کعبہ کا شق ہونا اور فاطمہ بنتِ اسد کا کعبہ میں جا کر حضرت علی کی ولادت کا سبب بننا بیان کیا گیا ہے۔

سلام پہنچا ہے ختمِ رسلؐ کا جابر سے
شرف ہے سب سے بڑا یہ امام باقر کا

اپنے آخری ایام میں حضورؐ نے جابر انصاری سے کہا تھا کہ تمہاری عمر بہت دراز ہے تم میرے پانچویں جانشین امام محمد باقر سے ملاقات کرو گے مگر یاد رکھنا جب تم ان سے ملاقات کرنا تو میرا سلام کہہ دینا۔ اس شعر میں اِسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

ادب برائے ادب ہو یا برائے زندگی کامیاب تخلیق کار کے سامنے مقصد اور نظریات کا مرکز ہونا ضروری ہے۔ یہ مرکز اس کے باطن کا ہو یا خارج کا تخلیق کار اپنے ضمیر کے اظہار کے لیے جس صنفِ سخن کا انتخاب کرے اس کے مخصوص فنی تقاضوں سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہونا جانتا ہو۔

نسیم کاظمی نے آسان اور سادہ لفظوں میں شاعری کی' شکوہِ الفاظ کا ذخیرہ ان کے کلام میں کم ہے مگر ارفع خیالات بہت بہتات میں ہیں۔ نسیم کاظمی کو علم ہے کہ شعر میں اگر سہولت' سلاست' بہترین الفاظ اور عمدہ خیالات ہوں تو شعر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے اور قاری ایسے کلام کو پڑھ کر کچھ دیر کے لیے سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

نسیم کاظمی نے رسولِ خداؐ سے لے کر امامِ زمانہ تک ہر اہم شخصیت پر اشعار کہے ہیں کہیں تفصیل کے ساتھ کہیں مختصر مگر ہر مقام پر خلوصِ دل نے ان کے اشعار کو بلندیوں سے ہمکنار کر دیا ہے۔ کچھ شخصیات ایسی ہیں جنہیں الفاظ اپنی گرفت میں نہیں لے سکتے اس لیے ایسے مواقع پر خیال آرائی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ خیال آرائی کا سہارا لیتے ہوئے نسیم کاظمی نے اپنی عقیدت کو مجروح نہیں کیا بلکہ عاجزانہ طور پر معصوم ہستیوں سے امداد کے طالب ہو گئے ہیں۔

مشکل کشا کا واسطہ دھو دے انہیں خدا
جو ہیں گنہ نسیمؔ کی فردِ سیاہ میں

سیّد وحید الحسن ہاشمی

رحمٰن پورہ-لاہور

۵، جون ۲۰۰۵ء

سید محمد نسیم کاظمی کی حمد و نعت اور منقبت

انسان اگر اپنے عقیدہ پر قائم و دائم ہو اور ذرا ہوش و حواس کے ساتھ قائم و دائم ہو تو اُسے ایک عجیب توانائی یہ حاصل ہوتی ہے کہ پھر وہ غور و فکر کے بغیر زندگی نہیں گزارتا۔ بس یوں سمجھیے جس قدر عقیدہ مضبوط ہوتا ہے اُسی قدر انسان اپنے طور پر مضبوط ہوتا ہے۔ میں نے عقیدہ کے ساتھ مضبوط ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ عقیدہ جس قدر عقل و خرد اور وجدان سے متعلق ہوگا اُسی قدر وہ مضبوط ہوگا۔ ایک مسلمان کا عقیدہ اسی لئے بطور انسان سب سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اسلام میں کہیں بھی زبردستی کا معاملہ نہیں...... لا اکراہ فی الدین ...... یہاں فوراً یہ سوال اُٹھایا جاسکتا ہے کہ اگر یہ بات ہے تو آج مسلم اُمہ کا ہر طرح سے برا حال کیوں ہے؟ اس سوال کا پہلا اور فوری جواب تو یہی ہے کہ مسلم اُمہ میں زیادہ تر افراد اپنے عقیدہ پر قائم ہی نہیں ہیں۔ اُنہیں اللہ پر پوری طرح یقین نہیں اور آپ جانتے ہیں جب اللہ پر ہی یقین نہیں ہے تو عقیدہ کے باقی باتوں پر کیا خاک یقین ہوسکتا ہے۔

مگر ٹھہریئے انسان کا براہِ راست اللہ پر یقین تو ہوتا ہے لیکن انبیاء اِسی لیے بھیجے گئے کہ انسان کے اِس یقین پر عموماً دنیا کے گوناگوں معاملات کی گرد پڑی ہوتی ہے جس کی وجہ سے عقیدہ دُھندلایا ہوا اکثر رہتا ہے۔ عقیدہ کی اِس گرد اور دُھندلاہٹ کو جو چیز دور کرتی ہے وہ رسول کی رسالت اور نبی کی نبوت ہوتی ہے۔ ہمارے نبی آخرالزمانؐ کے ساتھ بھی تمام انبیاء کی طرح یہی ہوا کہ زمانے کے لوگ انہیں اپنے جیسا آدمی سمجھ کر اُن کے پیغام کو پوری طرح دل

میں نہ اُتار سکے......رسول کی پوری معرفت اصحاب میں جن کو سب سے زیادہ تھی اس ضمن میں ہم بلاخوف تردید حضرت علیؑ کا نام لے سکتے ہیں۔اِسی لئے حضرت علیؑ نے رسول کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔بہرحال مسلم اُمّہ کے لیے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ وہ اِس کا حل نہ کر سکے۔قرآنِ پاک میں بار بار آیا ہے کہ اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو یہ کام ہر مسلمان ہر وقت سرانجام دے سکتا ہے۔بس ذرا توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سید محمد نسیم کاظمی کے عقیدہ کی اِسی پختگی نے اُن کے کلام میں ایک 'اپنے' ہی انداز کی خصوصیت پیدا کردی ہے۔جس کا اظہار اُن کی حمد و نعت اور منقبت میں بار بار ہوتا ہے۔یوں لگتا ہے وہ عقیدہ کے جوش کے ساتھ ہوش کے بھی بہت قائل ہیں اور اِسی ہوش نے اُن کے کلام میں جاذبیت کو بار بار فروغ دیا ہے۔اُن کے اشعار فکری انداز میں اکثر اپنی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔اب یہ حمد کا شعر ملاحظہ فرمایئے۔

جہانِ فانی میں ہے تو ہی قائم و دائم
ہے عرش و فرش پہ ہر نقش پائیدار ترا

فانی دنیا میں پائیداری کو دیکھ لینا ہر آنکھ کا کام نہیں جب تک کہ اُس آنکھ میں عقیدہ کا نور نہ ہو۔اور آپ جانتے ہیں عقیدہ کا نور عقل و خرد کے بغیر وجود میں نہیں آیا کرتا۔اسی طرح نسیم کاظمی نے نعت میں اپنی الگ شناخت کرانے کی کوشش کی ہے۔

ہیں چودہ ساقی مئے آگہی پلانے کو
تو اُن کے گھر کو میں ایماں کا میکدہ لکھوں

معرفتِ رسول حاصل کرنے کے لیے حبِّ آلِ نبی کی مے تو پینی پڑتی ہے اور ابھی تک صحیح معنی میں مسلم اُمّہ کو یہ مے پینی نہیں آئی......اصل میں آدمی حبِ آلِ محمد کی مے پیتا ہے تو اُس کے ہوش ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔یوں تو نسیم کاظمی نے قریب قریب ہر امام کے لئے منقبت لکھی ہے لیکن امامِ آخرالزماں پر آ کر اُن کے شعورِ دینی نے بہت نمایاں ارتقائی صورت دکھائی ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

مکینِ عرش ہیں یا خاکداں میں رہتے ہیں
امامِ عصر مرے کس مکاں میں رہتے ہیں

خود ہی جواب دیتے ہیں:

سراپا نور کی اِک کہکشاں میں رہتے ہیں
وہ لم یزل کی طرح لامکاں میں رہتے ہیں

سید مشکور حسین یاد

8-ظفر کالونی سمن آباد لاہور پاکستان

5 نومبر 2004ء

امواجِ مدحت میں نسیم کاظمی کی شناوری

محبّت' عقیدت اور عقیدہ میں استقرائی اور منطقی واقعیت ہے اس کا کوئی بھی منکر بے لحاظ نہیں...... مگر یہ ترتیبِ دل اعتقاد کی ''انفعالی'' ضرورت ہے...... اور اگر ''عقیدہ'' محبت اور عشق کی محراب میں کھڑا ہو کر ''ممدوحِ قدس'' کی بارگاہ میں ''نظم و شعر'' کی فنی لے پر زمزمہ پرداز ہو جائے تو ایک ایسی ''اَذاں'' سامعہ کے در بجاتی ہے جو کسی ''اِذن'' کی محتاج نہیں ہوتی...... ویسے بھی جن لوگوں کے ہاں عشقِ ممدوح اور ثنائے خواجہ محض ''استحباب'' کے دائرے کا سفر ہے تو ان کے ہاں ''نیاز'' اور ''آسمانی راز'' نہیں پایا جاتا...... جس کو ہمارے ہاں معروف لفظوں میں ''توفیقِ مسلسل'' کا نام دیا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

انوارِ عصمت و طہارت کے دربار میں عقیدہ جب عقیدت کے زخمہ سے محبت کے مضراب پر ضرب لگاتا ہے...... تو یہ ایک شاعر کا تنہا ''محضر نامۂ بے خودی'' نہیں ہوتا...... بلکہ اس کی آواز میں زمین کے ''خاک زاری ذرّوں'' کی ہمکلامی سے لے کر چرخِ نیلی فام کے آفاق پر چمکتے ہوئے مہر و ماہ و نجوم کی صداکاری بھی اہتمام اور شان سے شامل ہوتی ہے...... یہ جنابِ ختم المرسلینؐ کے اہلِ بیتؑ کا اعجاز ہے...... خمسہ نجباءؑ کا شرف ہے...... آلِ عبا' ذی القربیٰ کا تفضّل ہے' مصداق ہائے ''اِنما'' کا اِکرام ہے...... ائمہ اثناعشر اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کا اعزازِ یگانہ ہے کہ ان کی مدح میں سب سے پہلا قصیدہ خداوندِ لم یزل نے ''لوحِ محفوظ'' میں لکھ کر بصورتِ قرآن نازل کیا...... ان ذواتِ مقدسہ کی مدحت و ثناء میں خود رسول الثقلینؐ

دروازۂ امّ ابیہا سیّدہ طاہرہ فخرِ مریم و آسیہ مقدسۂ عالیہ جنابہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے خانۂ قدسی صفات پر ایک عرصہ تک بحکم خدا آیۂ تطہیر کا قصیدہ پڑھتے رہے...... حرفِ ''کن'' کی ساری شروعات و بدایات ''سرِّ مکنون'' ہی رہ جاتیں اگر چہاردہ معصومین علیہم السلام کے انوارِ قدس انہیں منصۂ شہود تک لانے کے لیے اپنے نیاز کو حریمِ کبریا میں بعنوانِ ''مظہرِ خدا'' پیش نہ کر دیتے...... یہ وہ مرقعٔ انوارِ جلی ہیں کہ جن کی مدح کا حق آج تک نہ کسی سے ادا ہوا اور نہ آئندہ کسی زمانے میں ممکن ہے...... لیکن جس طرح غبارِ سفر بھی منزل کا حصہ ہوا کرتا ہے اسی طرح ان پاکیزہ نفوس کی مدحت و ثنا بھی ایک فریضۂ جاریۂ مستحسنہ ہی ہے جو بے حد و بے کنار ثواب و اجر سے متمول کرتا ہے...... محبت کا غبار ہمیشہ ہی سے یا آنسوؤں کی شکل میں بہتا ہے یا پھر قلم کی سیاہی سے اپنے نقوش کو کاغذ کے خد و خال پر مرتسم کرتا ہے...... (نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ)

''امواجِ مدحت''...... سید محمد نسیم کاظمی کے چہاردہ معصومینؑ کی بارگاہ میں سلام و نیاز اور مدح و قصائد کی شکل میں ایک موج آمیز مگر سمندر خیز مجموعۂ شعر و نظم ہے...... کاظمی صاحب کا ''منظوم اعتقادیہ'' تخیل کے جلوؤں سے بھی سرمست ہے اور نعرۂ محبت کا ایسا اعلان بھی ہے کہ جو اندرونِ ذات سمندر کا شور پیدا کرتا ہے لیکن کنارۂ بحر چھوتے ہی اس میں آداب' شائستگی' لحاظِ تکلم و خطاب اور تقدیسِ ذکر کے نایاب قرینے پیدا ہو جاتے ہیں...... کاظمی صاحب کے اسلوبِ فکر و جذبہ میں فیضانِ محبت کے ساتھ ساتھ عرفانِ محبت کی واردات کا مقدمہ پیوست ہے...... ان کے کلام میں سلاست و بلاغت کی سطر بہ سطر سبیلیں لگی ہوئی ہیں...... اور کاظمی صاحب ہر ہر عقیدۂ وِلا کے میخوار کو جامِ صفا بھر بھر کر پلا رہے ہیں...... کاظمی صاحب کا دیوان از شعرِ اوّل تا بیتِ آخر شعورِ عشق سے شعارِ ادب کو مسلسل تجسیم و تشکیل کرنے کی ایک عاجزانہ مگر عارفانہ کاوش ہے...... محبت اور شاعرانہ وجدان میں محاکمہ اور مقارنہ لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے...... اور اہلِ راز اس کی فنی کنہ کو جانتے بھی ہیں...... شاعری تو کٹے ہوئے ہونٹوں سے بانسری بجانے کی مجذوبانہ خواہش کا نام ہے...... اور محبت و عشق...... لحاظ کی دسترس کو اپنے اوپر تشریعی حد تک نافذ کرنے کا نام ہے۔ جیسا کہ سرکارِ ختمی مرتبتؐ نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ یَحْشَرَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ -

(یعنی انسان جس محبوب سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ محشور ہوگا۔

گویا محبت ''معیّتِ صغریٰ'' کے دَر و بست'' کو عبور کر کے ''معیّتِ کبریٰ'' میں ڈھل جاتی ہے...... کاظمی صاحب کی شاعری پڑھ کر قاری پر کھلتا ہے کہ وہ مودّتِ آلِ اطہار میں وجودی سطح پر شعری زمین پر پاؤں دھر رہے ہوتے ہیں لیکن وجدانی سطح پر وہ قدسی فضاؤں میں محوِ پرواز ہیں......اور کیفیت کے اسی منظرنامے میں رہنا انہیں عزیز تر ہے۔ خصوصاً مذہبی شاعری خرد کا معرکہ نہیں یہ جنوں کی پردہ دَری سے وجود میں آتی ہے۔ یہ جدلیاتی محاکمہ اور لفظیاتی محاورہ نہیں بلکہ عشق کی آسودگی کا سفر ہے...... یہ آنکھ اور بصارت' دل اور دھڑکن' ہجر اور وصال' یافت اور نایافت' امکان اور وجوب کے ان داخلی رویوں کے ملازمات کی تفصیل ہے کہ جو شاعر کی ذات کا جواز بھی ہیں اور اس کی ذات کی باطنی تجلّی کا وہ اظہار بھی جس میں اُسے خود ممدوح کے ساتھ ساتھ اپنے آپ پر بھی کشف ہوتا ہے۔

محمد نسیم کاظمی ''امواجِ مدحت'' میں محبت کی اسی معیت میں اس مقام تک چلے گئے ہیں کہ خودرفتگی ان کا ''شعری فن'' خود تخلیق کیے جاتی ہے...... بے خودی ان کے اشعار کی زلفوں کی خود مشاطگی کر رہی ہے......لفظ و معنی ان کے معطّر جذبوں کی ترتیب و تزئین خود کر رہے ہیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں شاعر اپنے فن کے ساتھ ساتھ اپنی محبت کی بارگاہ میں بھی سرخرو ہوتا ہے...... عمومی سطح پر یہ شاذ سعادت ہے۔

''امواجِ مدحت'' میں صرف عقائد کا جوار بھاٹا ہی نہیں بلکہ معرفت کی سیپیاں اور اصداف بھی موجود ہیں...... جو محبت کے مدوجزر سے ساحلِ سمندر کی طرف آرہی ہیں...... یہ خالی بطن بھی نہیں بلکہ پیٹ سے ہیں......اور یہ بات طے ہے کہ معرفت کی سیپیوں کا ''حمل'' سرمدی ''بے خودی کی دایہ'' کے ہاتھوں سے ہی ممکن ہوتا ہے......اب یہ اپنے اپنے بخت اور نصیبہ کی بات ہے کہ تقدیسِ نظم و شعر کی گہر دارانہ تخلیق......شاعر کے ہاتھوں ہوتی ہے یا کسی ہذاب و عشاق دیوانہ کے ہاتھوں۔

محمد نسیم کاظمی کی مذہبی شاعری ایک حکیمانہ اور محققانہ تجزیہ کی متقاضی ہے......جس پر کافی

کام ہونا باقی ہے۔ بہرحال مدحتِ آلِ محمد سلام اللہ علیہم اجمعین کا یہ سفر انہیں مبارک ہو......ان کے ذوق و ادراک کے شجر پر تشکیک کی کوئی امربیل نہ چڑھے اور وہ اپنے عقیدہ کے زور پر معرفت کی سیڑھیاں اوپر چڑھتے چلے جائیں......ان کا کام یہیں تک ہے...... باقی کام ان ہستیوں کا ہے جن کے اذن کے بغیر زمین سانس نہیں لیتی اور آسمان آنکھ نہیں جھپکتا۔ کہ وہی اہلِ زمین و آسمان کی ''امان'' ہیں......نسیم کاظمی کی توفیقات میں آلِ محمدؐ اضافہ فرمائیں...... تا کہ وہ اپنی معرفت کے خزانۂ عامرہ سے مدحتِ آلِ عمران پر مبنی اپنی دیگر تصانیف کو بھی منصۂ شہود پر لائیں......نسیم کاظمی کے لیے بے حد مبارکباد......کہ امکانات کا دَر ابھی تک ان کے لیے کھلا پڑا ہے......

علامہ ضیاء حسین ضیاء

لاہور

یکم دسمبر ۲۰۰۴ء

حرفِ آغاز

اِک حمد میرے لب پہ خدائے جہاں کی ہے   جس کا کوئی مکاں نہیں اس لامکاں کی ہے
بعدِ خدا بزرگ ہے جو کائنات میں   ساری ثناء اسی شہ کون و مکاں کی ہے
بعدِ رسول وارثِ علمِ نبی ہے جو   توصیف اس کے نطق وخطاب ولساں کی ہے

اپنے بارے میں کیا لکھوں!! مختصراً یہ کہ آزادیٔ برصغیر پاک و ہند کے لمحات میں مظفر نگر یو پی انڈیا میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت پاکستان کے صوبۂ سندھ کی سابقہ ریاست خیر پور میرس میں ہوئی اور بعد میں حیدرآباد اور کراچی میں مکمل ہوئی۔ ۱۶ سال کی عمر سے شعری سفر کا آغاز کیا' شاعری مجھے ورثے میں ملی جو کہ مرے والد کی مرہونِ منّت ہے۔ میرے والد سیّد محمد سعید احسنؔ کاظمی کا شمار اپنے وقت کے معروف قصیدہ' حمد' نعت' مناقب اور سلام لکھنے والے شعراء میں ہوتا تھا۔ انہیں کی رفاقت میں میری ادبی اور دینی تربیت ہوتی رہی۔ بزمِ انیس اور بزمِ غالب کی ماہانہ نشستوں نے میرے کلام کو جلا بخشی' میری شاعری اسی ماحول کی دین ہے۔ میرے والد کا یہ قطعہ جو اکثر و بیشتر سوز خواں حضرات پڑھا کرتے تھے' بڑا مشہور تھا۔

مدحِ حیدرؑ نہ کروں قائلِ قرآں ہو کر   کس طرح کعبے سے پھر جاؤں مسلماں ہو کر
ان کا وعدہ ہے کہ وہ قبر میں آئیں گے ضرور   کیوں نہ مرجاؤں میں اس وعدے پہ قرباں ہو کر

۲۰ سال کی عمر میں خیر پور ممتاز کالج کی نمائندگی کرتے ہوئے میں نے خیر پور کے جم خانہ کلب میں حضرت جوش ملیح آبادی کی صدارت میں آل پاکستان مشاعرے میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ اسی دور میں استاد قمر جلالوی کی صدارت میں مشاعرے اور مسالمہ پڑھنے کا بھی موقع ملا۔ کراچی آنے کے بعد ۱۹۷۳ء تک بیشتر مشاعروں میں شرکت کرتا رہا' اور وہیں پر

کراچی کے طلبہ کی ایک تنظیم (سٹوڈنٹس ویلفیئر آرگنائزیشن) نے جب خالق دینا ہال میں شامِ فیض احمد فیضؔ منائی تو اس میں بھی بحیثیتِ شاعر شرکت کی۔

سعودی عرب میں طویل قیام کے دوران برصغیر پاک و ہند اور امریکہ' کینیڈا' برطانیہ کے بیشتر مایہ ناز شعراء کے ساتھ جدہ' ریاض اور دمام میں مشاعروں میں شرکت کا موقع ملا۔ ریاض کے ۱۴ سالہ قیام کے دوران زیادہ تر عرصہ مذہبی شاعری میں گزرا' میرے مجموعے ''امواجِ مدحت'' کا پس منظر یہی ایمانی و روحانی محفلیں ہیں جہاں پر باقاعدگی سے میں اپنا تازہ کلام بارگاہِ محمدؐ و آلِ محمد میں سامعین کرام کے حضور پیش کرتا رہا۔ پچھلے ڈیڑھ دو سال سے دوحہ قطر کی بیشتر ادبی تنظیموں سے رابطہ رہا اور مشاعروں میں شریک ہوتا رہا' خصوصاً قطر کی قدیم ترین ادبی تنظیم بزمِ اُردو قطر سے میری وابستگی میرے لیے اہم ہے' جس کی فی الحال صدارت بھی مجھے تفویض کی گئی ہے۔

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی پیاسا ایک آبجو کی طرف دوڑتا ہے اور اپنی تشنگی کا ازالہ کرتا ہے' شاید اسی طرح سمندر کی موجیں بھی اپنی پیاس کو بجھانے کے لیے کسی ساحل کا رخ کرتی ہیں جہاں بظاہر تو خشکی ہے' مگر ان کو اسی میں ابدی سکون ملتا ہے۔ اسی طرح انسان کا وجدان ہے' اس کے قلب میں عقیدت کا ایک متلاطم سمندر ہے' اس میں بھی ہر دم امواجِ مدحت مدوجزر کی صورت میں اُٹھتی رہتی ہیں اور کسی مقدس ساحل کے قدم چومنے کی تمنا میں ہر دم سرگرداں رہتی ہیں۔

اسی لئے میں نے اپنے مجموعے کا عنوان ''امواجِ مدحت'' رکھتے ہوئے یہ چار مصرعے کہے۔

ہوئے ہیں جن کی خاطر یہ زمین وآسماں پیدا   وہی چودہ مقدس ہستیاں انوارِ عصمت ہیں
قدم بوسی کریں جو ساحلِ تقدیس پر اُن کی   مرے بحرِ عقیدت کی وہ سب امواجِ مدحت ہیں

''امواجِ مدحت'' کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے سیّد جمشید الحسن رضوی کی مساعی جمیلہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ محترم سیّد وحید الحسن ہاشمی صاحب نے اپنی علالت کے باوجود وقت نکالا اور اپنی قیمتی آراء اور نقد و نظر سے مستفیض فرمایا۔ پروفیسر مشکور حسین یادؔ' علامہ ضیاء حسین ضیاءؔ' جناب

مظفر نقوی اور پروفیسر حسن عسکری کاظمی صاحب نے اپنے اپنے انداز سے ''امواجِ مدحت'' کا جائزہ لیا اور اپنے گراں قدر علمی و ادبی تبصروں سے نوازا جو اس کی تزئین کا باعث ہیں۔

مسّودے کی پروف ریڈنگ سے لے کر ترتیب و تدوین تک دوحہ قطر کی دو معروف شخصیتوں دانشور سکالر ڈاکٹر خلیل الرحمٰن رآز اور شاعر عبدالرزاق صدقؔ نے جو میری معاونت فرمائی' اس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

آخر میں اپنے ان دوستوں' کرم فرماؤں اور روحانی محفلیں سجانے والے احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جن کی علم دوستی اور محمد و آلِ محمد سے عقیدت نے مجھے بہت کچھ لکھنے پر مجبور کیا' ان میں تحسین زیدی' افتخار نقوی' حسن عباس' ملک منیر' منیر شاہ' حسین تاجدار' حسن جاوید' افتخار عابدی' کرار حسین نقوی' حسن مجتبیٰ نقوی' فیاض مہدی' محسن کاظمی' عنایت رضوی' آغا طالب' حسن اکبر کاظمی' مسعود رضوی' ڈاکٹر محمد احمد برنی' آغا جعفر' قمر شمسی اور سعید زیدی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

کراچی میں مرے بہنوئی سید کاظم رضا اور ان کے برادر سید ہاشم رضا اور میرے برادران سید نیّر حسین کاظمی و سید نذر حسین کاظمی بھی اسی قسم کی محفلیں سجاتے رہے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

بہرحال ''امواجِ مدحت'' کی شکل میں یہ عقیدت و موّدت کا گلدستہ نذرِ قارئین ہے' اس کی اصل قدر و قیمت کا اندازہ اہلِ فکر و نظر ہی کر سکیں گے' میں قارئین کی گرامی قدر آراء کا منتظر رہوں گا' جن کی روشنی میں آئندہ سفر جاری رکھ سکوں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان امواجِ مدحت کو قبول فرمائے اور ان کے زیریں اور تہ نشیں جذبوں کی صداقت و اخلاص کو میری اور قارئین کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

عقیدت کیش

سیّد محمد نسیم کاظمی

۵ جون ۲۰۰۵ء

دوحہ۔قطر

حمدِ باری تعالیٰ

احاطہ کیسے کرے کوئی کردگار ترا
ہر ایک وصف کا ممکن نہیں شمار ترا

ہے تو ہی لائقِ حمد و ثناء مرے معبود
ہر ایک شَے سے جہاں کی عیاں وَقار ترا

تو پاسبانِ چمن ہے' تو ہی بہارِ چمن
ترے ہی غنچے ہیں' گُل تیرے' سبزہ زار ترا

ہے حکمرانی تری بحر و بر پر اے مولا
ہر ایک شے پہ جہاں کی ہے اختیار ترا

جہان فانی میں ہے تو ہی قائم و دائم
ہے عرش و فرش پہ ہر نقش پائیدار ترا

بچھے ہوئے ہیں ترے سامنے نشیب و فراز
عمیق بحر ترا، اَوجِ کوہسار ترا

محیط تو ہی اَزل اور اَبد پہ ہے آقا
وجودِ لم یزلِی ہے سدا بہار ترا

خطا معاف ہو سب عاصیوں کی اے غفار
کہ عفو و رحم و کرم ہی تو ہے شعار ترا

عیوب ڈھانکنے والے تو ہی تو ہے ستّار
تو پردہ پوش مرا، میں گناہ گار ترا

چکا سکے نہ جسے موت کا بھی نذرانہ
یوں زندگی کا ہے ہر شخص قرضدار ترا

خوشی سے دَامن خالی کو سب کے تُو بھر دے
کہ بحرِ جود و سخا ہے جو بے کنار ترا

یہ کس بلندی سے گرتا ہے پستیوں کی طرف
جہاں میں لطف و عنایت کا آبشار ترا

ترے ہی دَر پہ تو آتے ہیں مفلس و نادار
غنی ہے پھر بھی ہے محتاج تاجدار ترا

نسیم پر بھی کرم کی ہو اِک نظر اے کریم
کہ یہ بھی بندۂ عاصی ہے شرمسار ترا

نعت

چلا ہے میرا قلم اِحترام کرتے ہوئے
ادب کے سارے سخن اُن کے نام کرتے ہوئے

یہ حرف اُن کے، یہ لوح وقلم بھی اُن کے ہیں
صریرِ خامہ کہے یہ کلام کرتے ہوئے

انہیں کی مدح و ثنا ہے خدا کی حمد کے بعد
کہوں میں نعت کا یہ اِہتمام کرتے ہوئے

وہ دو جہان کے آقا بھی آ گئے آخر
رِہا زمانے کے سارے غلام کرتے ہوئے

تمام مرسلیں اور انبیا کی سرداری
خدا نے سونپی ہے ان کو امام کرتے ہوئے

فرشتے مانگتے ہیں اُن کے در پہ اذنِ حضور
جھکا کے خود کو ادب سے سلام کرتے ہوئے

شریکِ کارِ خُدا ہیں جو بھیجتے ہیں درود
محبتوں کو محمدؐ کے نام کرتے ہوئے

نظامِ عدل کی بنیاد رکھ رہے ہیں رسولؐ
معاشرے میں مساوات عام کرتے ہوئے

سخنورانِ عرب کا طلسم توڑ دیا
زبانِ وحی میں اُن سے کلام کرتے ہوئے

عرب عجم کے ہر اِک فرق کو مٹا ڈالا
رسومِ جہل کا قصہ تمام کرتے ہوئے

اَدا کی کعبے میں اِک سنّتِ براہیمی
بتانِ کفر کا پھر اِنہدام کرتے ہوئے

وہ جا کے آ بھی گئے عرش سے شبِ معراج
زمانے رہ گئے سارے قیام کرتے ہوئے

اُنہی کے دَر سے ہدایت ملے گی محشر تک
گئے یہ ختمِ رُسلؐ اِنتظام کرتے ہوئے

میں سرخرو ہوا مدحت نبیؐ کی لکھ کے نسیم
گئی ہے نعت مجھے لالہ فام کرتے ہوئے

قصیدہ

حضورؐ پاک کی میں کس طرح ثنا لکھوں
وہ کائنات میں بے مثل ہیں تو کیا لکھوں

سراپا نور ہیں وہ کیوں بشر نما لکھوں
گھٹا کے کس لیے میں ان کا مرتبہ لکھوں

وہ دَہر میں ہیں جو صبحِ اَزل کی پہلی کرن
تو کیسے مہر درخشاں کی میں ضیا لکھوں

وہ کائنات کی تخلیق کا سبب ہیں تو پھر
میں اُن کو نقطۂ پر کارِ کبریا لکھوں

سراپا رُشد و ہدایت ہے ان کی ذاتِ کریم
شہِ اَنام کو میں مرکزِ ہدیٰ لکھوں

وہ تاجدارِ جہاں ہیں، وہی شہِ عقبیٰ
لکھوں تو اُن کو دو عالم کا ناخدا لکھوں

ملے ہیں جن کو بشیر و نذیر کے القاب
تو کیوں نہ اُن کو میں سلطانِ حق نما لکھوں

ہر اِک رسول و نبی سے بلند ہیں آقاؐ
بجا ہے فخرِ رُسل، رشکِ انبیا لکھوں

وہ رہنمائے اُمم ہیں وہ ہادیٔ عالم
حضورؐ کو میں جہانوں کا پیشوا لکھوں

وہ جن کا سایہ نہ تھا کیا مثال دُوں اُن کی
جہاں کے واسطے رحمت کی اِک گھٹا لکھوں

جو ان کے گیسو ہیں واللیل ہی کا عکس تو پھر
میں اُن کے چہرہ کو والشّمس کی ضیا لکھوں

بیاں کروں جو میں ذات و صفات کا اُن کی
تو حق یہی ہے کہ قرآں کا آئینہ لکھوں

خدا نے جیسے پکارا ہے اُن کو قرآں میں
تو میں بھی طٰہٰ، مُزّمّل و والضّحیٰ لکھوں

حرا، کی کیا ہے فضیلت نزولِ قرآں میں
میں کیوں نہ قلبِ محمدؐ کا ماجرا لکھوں

وہ بولتے ہی نہیں کچھ بجز کلامِ خدا
کسی حدیث کا پھر شاخسانہ کیا لکھوں

پلٹ گیا تھا جو خورشید اِک اشارے سے
حضورؐ کا میں یہ ادنیٰ سا معجزہ لکھوں

کروں جو ذِکر میں معراجِ شاہِ عرش نشیں
اسے زمان و مکاں سے میں ماورا لکھوں

میں کہکشاں کو کہوں گردِ رہ گذار ان کی
جبینِ عرش کو میں اُن کا نقشِ پا لکھوں

میانِ بندہ و خالق بس اتنی دوری تھی
کہ دو کمان یا کم اس کا فاصلہ لکھوں

سکوتِ عالمِ لاہوت میں کلامِ خدا
علیؑ کے لہجے میں ڈوبی ہوئی صدا لکھوں

خدایا کیا لکھوں میں اب ثنائے احمدؐ میں
ندائے غیب تھی محبوبِ کبریا لکھوں

میں لکھنا چاہوں کہ کیا ہے شریعتِ اسلام
کہا یہ عقل نے آئینِ مصطفیٰ لکھوں

بیان چاہوں میں کرنا اگر طریقت کو
انہیں کے عشق میں مومن کو مبتلا لکھوں

جو کوئی پوچھے کہ کیا ان کی اِنکساری ہے
میں اُن کے عجز کو سب سے بڑی اَدا لکھوں

زیارت آپ کے روضے کی ہے مری معراج
تو کیوں نہ میں اِسے جنّت کا راستہ لکھوں

ہے اہلِ بیت سے ہم کو جو والہانہ ولا
تو یہ بھی آپ کی اُلفت کا سلسلہ لکھوں

جڑی ہے آپ سے زنجیر جو اِمامت کی
ہر اِک اِمام کو یوں حجّتِ خُدا لکھوں

نجات کا جو سفینہ ہیں اہلِ بیتِ کرام
تمہاری ذات کو میں اِس کا ناخُدا لکھوں

مسیحِ عصر ہو اور تم ہی چارہ سازِ جہاں
تمہارے اسم کو ہر درد کی دَوا لکھوں

ہے جسم و رُوح کی بیماریوں کو یہ اکسیر
شرابِ عشقِ محمدؐ کو کیمیا لکھوں

پلا اے ساقی مئے لا اِلٰہ اِلا اللہ
پیوں تو اِس کو میں توحید کا نشہ لکھوں

برائے نامِ محمّدؐ مئے رسالت دے
کہ برگزیدہ انہیں بعدِ کبریا، لکھوں

بہ شانِ حامد و محمودؐ جامِ کوثر دے
تو ساقی حمدِ خُدا نعتِ مصطفیٰ لکھوں

بنامِ پنجتن پاک دے مئے طاہر
کہ اُن کی عظمت و تقدیس و مرتبہ لکھوں

ہیں چودہ ساقی مئے آ گہی پلانے کو
تو ان کے گھر کو میں ایماں کا میکدہ لکھوں

بنامِ فاطمہؑ ساقی پلا شرابِ طہور
کہ اُن کو عصمت و تطہیر کی ردا لکھوں

عطا ہو ساقی بنامِ علیؑ جو جامِ وِلا
اُنہیں ولی خُدا نفسِ مصطفیٰ لکھوں

پلا بنامِ حسنؑ صلح جو و سبز قبا
تو ساقی اَمن کا اِک باب میں نیا لکھوں

لہو کے رنگ کی صہبائے پاک دے ساقی
حسینؑ کی میں شہادت کا تذکرہ لکھوں

برائے سیّدِ سجادؑ دے مئے توحید
تو کیف و مستی میں سجدے کی اِنتہا لکھوں

پتہ دے ساقیا بحرِ علومِ باقرؑ کا
میں ڈوب کر مئے عرفاں میں بارہا لکھوں

بنامِ جعفرِ صادق دے جامِ صدق و صفا
تو ساقی اُن کو شریعت کا ناخدا لکھوں

بہ نذرِ موسیٰؑ کاظمؑ دے بادۂ تسکیں
پیوں میں غصّے کو اور ہوش میں سدا لکھوں

مئے رضائے الٰہی پلا بنامِ رضاؑ
تو اُن کا نام ضمانت کا واسطہ لکھوں

شرابِ تقویٰ پلا ساقیا بنامِ تقیؑ
کہ پی کے اُس کو میں اوصافِ پارسا لکھوں

نقیؑ کے نام اے ساقی شرابِ خالص دے
نشے میں اُس کے طہارت کی اِنتہا لکھوں

برائے نامِ حسن عسکریؑ جو دے بادہ
پدر کا آخری حجّت کے مرتبہ لکھوں

بہ اسمِ مہدیؑ اے ساقی مئے ہدایت دے
اُنہیں نجات کا اِک سیدھا راستہ لکھوں

مئے ہدیٰ کو چھپا کر جو دے تو دُنیا سے
تو ساقی پردۂ غیبت کا ماجرا لکھوں

گناہ گار ہوں عاصی ہوں بے عمل ہوں میں
سوال کیا کروں کس طرح مدعا لکھوں

ہے کسمپرسی کے عالم میں ملّتِ بیضا
ہر ایک ملک میں اِک دورِ ابتلا لکھوں

بہت ہی ارزاں ہے اس وقت خونِ مسلماں کا
تمام ملتِ مسلم کا مرثیہ لکھوں

حضورِ رب میں تمہارے ہی واسطے سے حضورؐ
تمام عالمِ اِسلام کا گلہ لکھوں

وہ بوسنا ہو فلسطین ہو کہ ہو کشمیر
ہر ایک جا میں شہیدوں کا معرکہ لکھوں

تباہی یاد ہے شیشان کی ابھی مجھ کو
قلم کی نوک سے کیسے یہ سانحہ لکھوں

جو اہلِ دین پہ گذری ہے کوسووا میں ابھی
اُس ایک تازہ قیامت کا ماجراء لکھوں

عداوتیں ہیں بہت اہلِ دیں سے دُنیا کو
ضمیرِ دُشمنِ مسلم کا منتہا لکھوں

یزیدِ عصر بہت ہیں کوئی نہیں ہے حسینؑ
ہر ایک دشتِ ستم کو میں کر بلا لکھوں

مدد ! اے ہادیٔ برحق کہ بعدِ ربِّ جلیل
تمہارے اسم کو ہر دِل کا آسرا لکھوں

کرم کی ایک نظر ہم پہ شافعِ محشر
ہیں آپ رحمتِ عالم تو پھر میں کیا لکھوں

عطا ہو دولتِ ایماں پھر ایک بار ہمیں
حضورِ رب میں تمہارا ہی واسطہ لکھوں

خدایا بخش دے اُمت کی سب خطاؤں کو
وسیلہ دے کے تمہارا میں یہ دُعا لکھوں

تمہارے ذکر سے صیقل ہو دِل پہ گر مولا
تو اس کو قلبِ مسلماں کی میں جلا لکھوں

پھر ایک بار جو تقویٰ کا تھام لے دامن
میں پھر سے ملتِ بیضاء کو پارسا لکھوں

خدا کرے کہ ہو شیرزاہ بندیٔ ملت
اس اِتحاد کو میں آپ کی عطاء لکھوں

کھڑی ہو یا نبیؐ پھر ایک صف میں قومِ حجاز
پھر ایک بار اسے لشکرِ خُدا لکھوں

چلیں نقوشِ کفِ پاپہ آپ کے جو غلام
اُنہیں میں جنّتِ گم گشتہ کا پتہ لکھوں

فلک سے آتے ہیں پیہم سلام اُن پہ نسیمؔ
میں بار بار نہ کیوں ذکرِ مصطفیٰ لکھوں

قطعہ

وہ منتخب ہیں پسندیدۂ الٰہی ہیں
کہا جوان کے لئے حق نے سن لیا جائے
اگر اِرادہ ہو مدحت کا مصطفیٰ کی نسیمؔ
تو پہلے مدح سے ہر لفظ چُن لیا جائے

نذرِ پنجتن

ہوتے نہ پنجتن تو نہ ہوتی یہ کائنات
کرتا بھلا جہان میں پھر کون حق کی بات
ہوتے نہ جنّ و اِنس نہ قدسی نہ کوئی ذات
تسبیح کون کرتا جو ہوتی نہ یہ حیات

مظہر خدائے پاک کا اُن کا ظہور ہے
ہر شے میں اس جہان کی اُن کا ہی نور ہے

قطعہ

پہنچا ہوں سر کے بل میں دیارِ رسولؐ میں
تعبیر مل رہی مجھے میرے خواب کی
افلاک آ رہے ہیں نظر مجھ کو زیرِ پا
چوکھٹ پہ میں کھڑا ہوں رسالت مآبؐ کی

بحضور سیّدۃ فاطمۃ الزہرا بنت محمد رسول اللہ

سلام اللہ علیہا

منقبت

جانِ رسول جزوِ رسالت ہے فاطمہ
سرچشمۂ و جودِ امامت ہے فاطمہ

کون و مکاں میں رُوحِ طہارت ہے فاطمہ
عفت مآب، پیکرِ عصمت ہے فاطمہ

آغوشِ مصطفیٰ میں ہے عصمت کی اِک کلی
نایاب ایک تحفۂ قدرت ہے فاطمہ

آیاتِ بینات ہیں تیری بہت خدا
روشن اِن آیتوں میں اِک آیت ہے فاطمہ

موسوم تیرے نام سے تسبیح رب ہوئی
یہ تیری شان یہ تری عظمت ہے فاطمہ

اوڑھے ہیں جس کو پنجتن پاک فخر سے
وہ اِک کساء و چادرِ عصمت ہے فاطمہ

علم نبیؐ کا منبع ہے، مخزنِ ہدیٰ کا ہے
قندیلِ نور، شمعِ ہدایت ہے فاطمہ

دونوں طرف سے کون بھلا ہوگا یوں نجیب
رشکِ نسب ہے فخرِ نجابت ہے فاطمہ

ہر بزم میں ہیں تیری شرافت کے تذکرے
پاکیزہ کس قدر تری سیرت ہے فاطمہ

عصمت کا تاج سر پہ ترے ہے جو ضوفگن
مریم کا فخر، سارہ کی غیرت ہے فاطمہ

ذِبحِ عظیم پورا کرے گا ترا پسر
خوابِ خلیل حق کی بشارت ہے فاطمہ

خود بھی شہیدِ راہِ خُدا، آل بھی شہید
اِعلانِ حق ہے، درسِ شہادت ہے فاطمہ

جس کی کنیز کرتی ہو قرآن سے خطاب
وہ ایک بحرِ علم و فضیلت ہے فاطمہ

ذاتِ علیؑ ہے مظہرِ اَسرارِ کائنات
سارے رُموزِ حق کی علامت ہے فاطمہ

گیارہ ذبیح پیدا ہوئے جس کی آل سے
ایسا عظیم نخلِ امامت ہے فاطمہ

بعدِ رسول کاٹے مصیبت کے سب پہاڑ
تصویرِ غم ہے حزن کی صورت ہے فاطمہ

سینچا لہو سے اپنے گلستانِ دینِ حق
واللہ پاسبانِ شریعت ہے فاطمہ

سلجھائے سارے گیسو مسائل کے فہم سے
گویا کلامِ حق کی بصیرت ہے فاطمہ

اُم الائمہ ، بنت نبیؐ ، زوجۂ علیؑ
ممتاز و منفرد تری نسبت ہے فاطمہ

ہم عاصیوں پہ بارشِ الطاف ہے تری
تیرا کرم یہ تیری عنایت ہے فاطمہ

گرمی وہ آفتابِ قیامت کی الاماں
اِک تیری ذات سایۂ رحمت ہے فاطمہ

اس دَر سے لو لگائے ہیں محشر میں سب نسیم
خاتم کی بیٹی ، مہرِ شفاعت ہے فاطمہ

منقبت

کلی چمن میں نبیؐ کے کھلی ضیا کی طرح
مہک اُٹھا ہے جہاں خلد کی ہوا کی طرح

ہے رُتبہ مریم و سارہ و آسیہ کا بہت
شرف میں کوئی نہیں بنتِ مصطفٰی کی طرح

پدر ہیں سیّدِ کونین ماں خدیجہؑ ہیں
نہیں ہے اعلٰی نسب کوئی سیّدہ کی طرح

علیؑ کی زوجہ تو حسنینؑ کی ہیں مادر یہ
ملا ہے مرتبہ یہ کس کو فاطمہ کی طرح

بتول جس کے معانی ہیں پاک و دوشیزہ
لقب ملا ہے کسے ایسا طاہرہ کی طرح

دیا ہے حق نے جو حوراء انسیہ کا خطاب
منور اُن کا ہے رُخ آیتِ خُدا کی طرح

یہی تو سیّدہ ہیں کل نساء عالم کی
دلیل حق ہیں یہی صورتِ نساء کی طرح

نہیں نسا میں کوئی مثلِ فاطمہؑ زہرا
رُجل نہیں ہے کوئی اور مرتضٰی کی طرح

پدر کی آنکھ کی ٹھنڈک تو ماں کے دِل کا قرار
سراپا آپ کا ہے رحمتِ خُدا کی طرح

رکھا ہے خالقِ عالم نے اُن کو رجس سے پاک
ہے عصمت اُن کی یوں تطہیر کی رِدا طرح

ہے اُن کی ذات ہی تفسیرِ آیتِ تطہیر
یہی حدیثِ کساء میں ہیں خود کساء کی طرح

خدا کے اصطفٰی بندوں میں ہے شمار اُن کا
چنا ہے حق نے اُنہیں سارے اصفیاء کی طرح

ہے کون صاحبۂ علم و معرفت جس نے
کیا کلام فرشتوں سے عالمہ کی طرح

اے فاضلہ و ذکیہ سلام لیجے مرا
جواب دیجیے مجھ کو کوئی دُعا کی طرح

صلے میں گوہرِ اشک عزا کے جھولی بھریں
کھڑا ہے در پہ نسیم آپ کے گدا کی طرح

تعارف فاطمۃ الزہراؑ

بہ زبانِ خدا

کرا رہا ہے خُدا خود تعارفِ زہراؑ
تما م دہر سے بنت نبیؐ کی عظمت کا
تری ہی ذات تو ہے رشکِ مریم و حوا
تو فخرِ آسیہ ہے اور غیرتِ سارہ

ہر ایک رجس سے رکھا ہے میں نے پاک تجھے
لقب دیئے ہیں تجھے طاہرہ' بتول' عذرا
تری ہی شان میں نازل کی آیتِ تطہیر
قصیدہ ہے یہ تری عصمت و طہارت کا

مدارِ عصمت و تطہیرؑ مرکزِ تقویٰ
رسالت اور اِمامت کا تو ہے گلدستہ
حواسِ خمسہ ہے تو جسم پنجتن کے لیے
مری حدیثِ کسا میں ہے تو سراپا کسا

ہے تو ہی منبعِ علم و عمل رسالت کا
عظیم مخزنِ عالی نسب اِمامت کا
تو ہی جہاں میں سر چشمہ ہے ہدایت کا
دِیا ہے حشر میں یوں حق تجھے شفاعت کا

ترے پدر سے متاعِ حیات کو لے کر
عطا کی میں نے تری شکل میں اُسے کوثر
بنا کے ذات کو خیرِ کثیر میں نے تری
کیا ہے اس کے سبھی دُشمنوں کو پھر اَبتر

ہے جس کے جسم کا تو ایک جُزوِ لَایُنْفَكُ
ترا پدر ہے وہ ختمِ رُسل جہانوں کا
اَزل میں خلق کیا جس کے نور کو میں نے
تو ہی تو ہے اُسی نورِ ازل کا اِک حصہ

تو ہی خدیجۂ کبریٰ کے دِل کا ٹکڑا ہے
جہاں میں جس کی امارت کا ایک ڈنکا تھا
لٹا کے دولتِ کونین تھی کنیز مری
رَگوں میں دِین کی ہے جس کا مال و زر سارا

عزیز آئے نہ اُس کے دمِ ولادت جب
سنبھالا حوروں نے ماں کا تری زچہ خانہ
شریکِ کارِ ولادت ہوئیں پئے تقدیس
جناں سے آسیہؑ مریمؑ صفورا و حوّا

ترے پیام تو آئے مگر محمدؐ نے
بغیر میری رضا کوئی فیصلہ نہ کیا
تو میں نے عدل کی روشن مثال قائم کی
ترے ہی گھر پہ اُتارا چمکتا اک تارا

نکاح جب ہوا تیرا وصیِ مرسل سے
دُعا کے واسطے تجھ کو وہ رات دی میں نے
کہا جو تو نے تجھے چاہیے رضا میری
جہیز میں تجھے سب کائنات دی میں نے

علیؑ سا شوہرِ عالی مقام تیرا ہے
کہ جو جری تھا، سخی اور صاحبِ تقویٰ
ہے جس کی مدح سے عاجز زبان اِنساں کی
جہاں کے واسطے جو مظہرِ عجائب تھا

ترے ہی دَر کے تو درباں مرے ملائک تھے
جھلایا بچوں کو تیرے فرشتوں نے جھولا
اُنہی کے واسطے پوشاک خلد سے آئی
ترے ہی بچوں کا خیاط جبرئیل بنا

ترا ہی بیٹا حسنؑ صلح جو و امن پسند
وہ ایک پرچم اَمن و اماں وہ سبز قبا
ہر ایک عہد کے سقراط لیں سبق اُس سے
بنام آشتی خوش ہو کے جس نے زہر پیا

ترے ہی چھوٹے پسر کو حسینؑ کہتے ہیں
کٹا کے سجدے میں سر جس نے پائی میری رضا
کہاں ہیں سارے جہاں کے مسیح و اسماعیل
تلاش کر کے دکھائیں کوئی شہید ایسا

مرے حبیب کے تو جسم و جاں کا ٹکڑا ہے
اسی لیے تو مری بھی عزیز خاص ہے تو
شمار تیرا ہے خاصانِ خلق میں میری
میں تیرا مولا ہوں میری کنیز خاص ہے تو

کبھی بھی تیری دُعا کو نہ رَد کیا میں نے
تری ہی شان کے لائق تجھے دِیا میں نے
رہے گی جھوٹوں پہ لعنت تری قیامت تک
کیا یوں کفر کا حق سے مباہلہ میں نے

بزبانِ شاعر

خدا کے بعد میں اپنی زُبان کیا کھولوں
میں مدحِ فاطمہ زہراؑ میں اور کیا بولوں
میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں سوچ کر یا رب
کہ لفظ لفظ کو کہنے سے پیشتر تولوں

رسول اُس کا ولی اُس کا ہر اِمام اُس کا
تبھی ہے دونوں جہانوں میں اِنتظام اُس کا
ملا ہے حقِ شفاعت اُسے بھی بعدِ رسول
لکھا ہے مہرِ شفاعت پہ نیک نام اُس کا

کچھ اور نام بھی ہیں یوں تو فردِ عصمت میں
ہے سارے ناموں سے افضل اُنہی میں نام اُس کا
سکھائے اُس نے فرشتوں کو آگہی کے سبق
زمیں سے عرش تلک یوں ہے اِحترام اُس کا

دُکھاؤ دِل نہ کبھی تم نبیؐ کی بیٹی کا
کسی سے ڈرتے نہیں تم مگر قضا سے ڈرو
خدا بھی تم کو نہ محشر میں کر سکے گا معاف
شفیعِ حشر کی بیٹی کی بد دُعا سے ڈرو

اُسی کے باپ کی عالم پہ حکمرانی ہے
جہاں میں جو بھی ہے سب کچھ بتول پاک کا ہے
اُسی طرف سوئے محشر نسیم سب ہیں رواں
جہاں غبار سا قدموں کے اس کی خاک کا ہے

بحضور امامِ اوّل اَبا الحَسَنَین
اَمیرالمُؤمنین عَلیؑ بن اَبی طالب عَلیہِ السلام

قطعات

○

زمانے بھر کا جو مشکل کشا ہے
نصیری کی نظر میں وہ خُدا ہے
خدا کو فخر وہ بندہ ہے میرا
علیؑ نازاں کہ عبدِ مصطفیٰؐ ہے

○

اَنا ہے ذاتِ علیؑ کے حصار میں گم سم
یہی تو سب سے بڑی اُس کی اِنکساری ہے
نصیریوں کا خُدا خاک پر کرے سجدے
وہ بوتراب ہے یہ اِس کی خاکساری ہے

○

مظہر ذاتِ خُدا نفس پیمبر وہ ولی
ارض سے زیادہ سما کی جو خبر رکھتا ہو
اے خُدا ذاتِ محمدؐ کا مجھے دے عرفاں
کیسا ہو گا وہ نبیؐ جس کا وصیؑ ایسا ہو

○

خداوندا تری حاجت روائی کی ضرورت ہے
ہر اِک لمحہ تری مشکل کشائی کی ضرورت ہے
بشر جن و ملک کیا انبیاء محتاج ہیں جس کے
علیؑ تو وہ ہے جو ساری خدائی کی ضرورت ہے

○

شہادت جو خدائے واحد و یکتا کی دیتا ہے
وہی مرسل تو تصدیق الٰہی کی ضرورت ہے
امین و صادق و معصوم ہے پر اُس کو حیدرؑ سے
خود اپنی ہی نبوت کی گواہی کی ضرورت ہے

○

خدا کس کے تکلم میں کرے محبوب سے باتیں
شبِ معراج ہے اور لب کشائی کی ضرورت ہے
یہ معراجِ فضیلت صاحبِ معراج سے پوچھو
علیؑ کا لہجہ نطقِ کبریائی کی ضرورت ہے

○

اِک معرفت کا جام پلا دے مجھے علیؑ
مدحت کروں سدا وہ نشہ دے مجھے علیؑ

چمکا دے آگہی سے مرے قلب و روح کو
دُھندلا سا آئینہ ہوں جلاء دے مجھے علیؑ

دے میرے نطق و لب کو بھی گویائی کا کمال
رمزِ سخن تمام سکھا دے مجھے علیؑ

جو میری دسترس میں ہو تحریر میں کروں
قدرت میں ہے جو تیری صلہ دے مجھے علیؑ

مل جائے مجھ کو دولتِ کونین پھر نسیم
راہ ہدیٰ اِک ایسی دکھا دے مجھے علیؑ

منقبت

چشمِ حیرت میں بشر کی اِک نیا منظر بنا
خانۂ خالق میں حیدر کیلئے جب دَر بنا

مرتبہ مریم کا کیا بنتِ اسد کے سامنے
جانشینِ مصطفیٰؐ جس کا پسر حیدرؑ بنا

کیا فضلیت ہوا ابوطالب کے ایماں کی بیاں
جن کا گھر اِک بیتِ دیں، ایمانِ کل کا گھر بنا

جس طرح سب کے لیے کعبہ ہے اعلیٰ اے علیؑ
ویسے مسجودِ خلائق تیرا سنگِ در بنا

شاہدِ نظارہ تھا اُس وقت تو بھی بوترابؑ
شکل میں آدم کی جب مٹی کا اِک پیکر بنا

مالکِ کوثر بنے وہ اور سردارِ جناں
جن کے شان و مرتبہ میں سورۂ کوثر بنا

اس سے بڑھ کر کب ہوا تعمیر اِک بیت الشرف
بیتِ اہلِ بیت جس دم خانہ حیدرؑ بنا

آفتابِ صبحِ ہستی ہے رُخِ احمدؐ کا نور
چھوٹ سے چہرے کی حیدر کے مہ انور بنا

مرضیٔ معبود حیدرؑ کو ملی ہجرت کی شب
غیرتِ تختِ سلیماں بسترِ سرورؐ بنا

قطرہ قطرہ جمع ہو کے حبِّ حیدرؑ کی شراب
عینِ فطرت تھا یہی جو چشمۂ کوثر بنا

دست و بازو آزمانے کے لیے حیدرؑ ترے
کب کسی سے ہو سکا سر جو درِ خیبر بنا

اے خُدا کر دے مجھے تو گردِ پائے بوترابؑ
میری مشتِ خاک کو تو اور خاکستر بنا

آسمانِ فکر تک پرواز ہو مولا مری
شہپرِ جبریل جیسے میرے بال و پر بنا

میں تو اک مٹی کا ذرّہ ہوں مگر اے بوترابؑ
تجھ کو قدرت ہے مجھے ذرّے سے اِک گوہر بنا

چاہتا ہے داخلہ شہرِ خرد میں گر نسیمؔ
ذہن میں حیدرؑ کو رکھ کے علم کا اِک دَر بنا

مشکل کشا علیؑ علیؑ

جب بھی دِل و دماغ پر چھائی ہوئی ہو بے کلی
دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

اُمید ٹوٹ جائے جب تقدیر رُوٹھ جائے جب
ایسا بھی وقت آپڑے ہر ساتھ چھوٹ جائے جب
رختِ سفر بھی راہزن رستے میں لوٹ جائے جب
بیم و رِجاء سے دِل میں جب پھیلی ہوئی ہو کھلبلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

مجبوریاں ہوں ہم نوا اور بے کسی کا ساتھ ہو
دِن ہو بلائے ناگہاں اور جانکنی کی رات ہو
جب زِندگی کو یک بیک دستِ فنا سے مات ہو
دینے لگے دِکھائی جب یکبار موت کی گلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

ظلم و ستم ہو کو بہ کو جب گھات میں ہر عدو
دورِ خزاں ہو چار سو' پھولوں میں رنگ ہو نہ بو
شاخِ چمن پہ گل ہر اِک دِکھلائی دے جو زرد رو
کھلنے سے پیشتر ہی جب مرجھائے دِل کی ہر کلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

طاغوتی طاقتوں کا جب پہرہ ہو قہر و جبر کا
باطل نے جال ہو بنا سارا فریب و مکر کا
دشت بلائے زیست میں جب اِمتحان ہو صبر کا
جب بھی یزیدِ عصر نے بیعت کی چال ہو چلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

زہرابِ رنج و غم سے جب لبریز دِل کا جام ہو
ہر ہر قدم پہ آدمی ناکام و تلخ کام ہو
ظلم و جفا کے ہاتھ میں جب وقت کی لگام ہو
بن جائے زہرِ مرگ جب یہ قندِ زیست کی ڈلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

مشکل کشا وہی تو ہے حاجت روا وہی تو ہے
خوئے سخا وہی تو ہے شانِ عطا وہی تو ہے
دستِ شفا وہی تو ہے دُکھ کی دوا وہی تو ہے
چارہ گری کی رسم بھی اُس کے ہی گھر سے ہے چلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

ہندو تری کتھا لکھے تو تجھ کو دیوتا لکھے
پربھو کا رُوپ ہی لکھے' بھگوان سے سوا لکھے
نرک کے اور سُورگ کے بھاگ کا ناخدا لکھے
چھوٹے ہیں سارے شبد یہ اوتار اور مہابلی

دل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

جو ہے نصیری وہ تجھے اِنساں سے ماورا کہے
یزداں کہے یا ربّ کہے، خالق یا کبریا کہے
پہلے ہی کہہ چکا خُدا حیراں ہے اور کیا کہے
روزِ ازل سے سینے میں اُس کے یہ بات ہے پلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

دُشمن خُدا کا قہر تو ہر دوست مہرباں کہے
باطل شکست کا سبب، حق فتح کا نشاں کہے
دستِ خُدا تو ہی تو ہے تجھ کو یہ سب جہاں کہے
کافر کہے جلی جلی، مومن کہے تجھے ولی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

میرے بھی قلب و روح کو اب تو جلا اے ساقیا
میری طرف بھی آئے اب جام ولا اے ساقیا
مجھ کو پلا شرابِ حق تیرا بھلا ہو ساقیا
پی کر بھی ہوش میں رہوں باتیں کروں بھلی بھلی

دِل سے پکار کر کہو مشکل کشا علیؑ علیؑ

عیدِ غدیر

بیاں کروں میں بھلا کس طرح ولائے امیرؑ
علیؑ کا جشن ولایت کہ جو ہے عید غدیر
نبیؐ کی مثل نہیں کوئی قابلِ توقیر
وصی کے اُن کے بھی ملتی نہیں جہاں میں نظیر

بحکمِ ربّ ملے ہارون جیسے موسیٰ کو
ملے علیؑ ولی ایسے شاہِ بطحاؐ کو

کیا تمام جو سب اہلِ دیں نے حجِ وداع
نبیؐ کے ساتھ چلا حاجیوں کا یہ مجمع
غدیر خم پہ پہنچ کر یہ قافلہ ٹھہرا
نگاہِ چرخ نے حیرت سے یہ سماں دیکھا

صدا یہ غیب سے آئی نبیؐ کرو اعلان
ولی حق کی جہاں سے کراؤ تم پہچان

خدا کا آخری پیغام لائے ہیں جبریل
درود لب پہ، نہ تسبیح رب، نہ ہے تہلیل
کہا ضروری ہے اس کارِ خیر کی تکمیل
کرو اے ختمِ رُسلؐ جلد حکم کی تعمیل

یہ ایک کار نمایاں اگر نہ تم نے کیا
تو جان لو کہ رسالت کا حق ادا نہ ہوا

نزولِ آیت بلغ کا رخ نرالا ہے
خدا کا اس گھڑی بدلا ہوا سا لہجہ ہے
سرِ غدیر عجب اِک سکوت چھایا ہے
ہر ایک چیز پر اس وقت ایک سکتہ ہے

ہوئی نہ آج اگر میرے حکم کی تعمیل
تو ہو سکے گی نہ دِینِ مبیں کی پھر تکمیل

نبی نے ڈالی جو اب ایک طائرانہ نظر
ہر ایک سمت تھا بس حاجیوں کا اِک لشکر
کہا کہ روک دو ناقے یہیں پہ سرتا سر
بناؤ اونٹوں کے پالان کا بڑا منبر

کہا یہ مجمع کو تازہ وحی بتاتا ہوں
خدا کا آخری پیغام میں سناتا ہوں

بنا جو منبر پالان تو نبی نے کہا
بلال آؤ دو خیر العمل کی آ کے صدا
پھر اس کے بعد فصیح و بلیغ خطبہ دیا
بتایا افضل و اعلیٰ ہوں تم میں بعد خدا

میں آج مژدۂ راہِ ہدیٰ سناتا ہوں
میں تم میں آل اور قرآن چھوڑے جاتا ہوں

بتایا آل اور قرآن ہی تو ہیں ثقلین
تمہارے واسطے دونوں ہیں رہبر دارین
جدا نہ ہوں گے کبھی ربط ان کے ہیں مابین
رہیں گے حشر تلک ساتھ یہ سرِ کونین

نہیں کرے گا تمسّک جو ان سے دُنیا میں
جہنم ہو گا مقدر اسی کا عقبیٰ میں

پھر اس کے بعد علی کو اُٹھایا ہاتھوں پر
بلند اِتنا نبی نے کیا سرِ منبر
نظر ہر ایک کو آ جائے چہرۂ حیدرؑ
علی کو جان لے پہچان لے ہر ایک بشر

کہا علیؑ کی فضیلت تمہیں بتانا ہے
اُسی کا جشنِ ولایت یہاں منانا ہے

علیؑ وصی ہے مرا جانشیں خلیفہ ہے
میں جس کا مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے
کہا کہ آل سے جو میری پیار کرتا ہے
خدائے عزوجل اس کو دوست رکھتا ہے

پسند ہے یہ خُدا کو اسے سدا کرنا
یہی ہے اجرِ رسالت اسے ادا کرنا

علی جدھر کو مڑے میرے مالک و مختار
اسی کی سمت میں تو حق کو موڑنا ستار
مری طرح سے کرم اس پہ کرتو اے غفار
کہ میرے بعد ہے یہ دیں کا قافلہ سالار

اسی لیے ہے تو ہے سارے جہاں میں حق کا ولی
بغیر فصل خلافت اسے جو تجھ سے ملی

نہج البلاغہ

ہر ایک لفظ جس کا بلاغت مآب ہے
نہج البلاغہ علم کا وہ آفتاب ہے

ایک ایک سطر جس کی فصاحت لئے ہوئے
تفسیرِ لفظ و معنیٰ اُم الکتاب ہے

کوزے میں جس طرح سے سمندر کیا ہو بند
ہر جملہ اس کا ایک شریعت کا باب ہے

خطبوں میں کھول دی ہیں مسائل کی سب گرہیں
جس مسئلے کا حل ہے وہی لاجواب ہے

جو حاکموں کو نامے لکھے اُن کا متنِ خاص
اِسلامی سلطنت کا مکمل نصاب ہے

باطل کی چیرہ دستی پہ غلبہ ہے دِین کا
لادینی فلسفے کا سراسر جواب ہے

قدغن منافقت پہ تو حملہ ہے شرک پر
سب من گھڑت حدیثوں کا یہ سدِ باب ہے

فکرِ علیؑ ہے فکرِ رسولؐ انام بھی
علمِ علیؑ ہی علمِ رسالت مآب ہے

اِک مظہرِ عجائب عالم علیؑ کی ذات
اِک دفترِ علومِ خُدا یہ کتاب ہے

قرآں علی کے لہجے میں ہے بولتا ہوا
انجیل ذِکر و فکر زبورِ خطاب ہے

کس اَوج پر ہے نہجِ بلاغہ نہ پوچھئے
فرقانِ معرفت یہ علیؑ کی کتاب ہے

اے منبرِ سلونی کے حق آشنا کلیم
تیرا کلام فکر کا اِک انقلاب ہے

سیّد رضی کی سعیِ گرانقدر کا صلہ
عالم میں اِک صحیفۂ خوش انتخاب ہے

کیا ہو بیاں علیؑ کی خطابت کا اے نسیم
اللہ کا کلام علیؑ کا خطاب ہے

شہرِ نجف

عالم میں جیسے ذاتِ علیؑ لاجواب ہے
سارے جہاں میں شہرِ نجف اِنتخاب ہے

مہکی ہوئی ہے سانس ہوائیں ہیں مشکبار
گلشن ہے نکہتوں کا یہ شہرِ گلاب ہے

روشن فضا ہے مہرِ امامت سے اس قدر
مٹی پہ سجدہ ریز تری آفتاب ہے

روضہ علیؑ کا رشکِ فلک تیری خاک پر
لگتا ہے جیسے رحل پہ اُم الکتاب ہے

گہوارہ علم کا ہے مدینہ رسولؐ کا
شہرِ ہدیٰ ہے وہ، یہ ہدایت کا باب ہے

اُم القریٰ کی طرح ہے گہوارہ امن کا
دارالامانِ شہرِ خُدا کا جواب ہے

مٹی ہے کربلا کی مری سجدہ گاہِ ناز
آنکھوں کا سرمہ شہرِ نجف کی تراب ہے

کرتے ہیں کسبِ دانش و حکمت یہاں سبھی
شاہِ نجف کا در جو درِ اکتساب ہے

ہے مرجعِ خلائق عالم یہ آستاں
اِس دَر سے خاص و عام ہر اِک فیض یاب ہے

میں جو نجف کی گلیوں میں محوِ خرام ہوں
یہ میرا خواب یا مری تعبیر خواب ہے

آغوش میں جو روضۂ پُر نور ہے تری
رشکِ جناں ہے خلدِ بریں کا جواب ہے

اِحساں نہ کر بہشت کا دروازہ کھول کر
رضواں علیؑ کا در ہی تو جنت کا باب ہے

آیا ہوں لوٹ کر ابھی ارضِ نجف سے میں
میری جبیں پہ خاکِ درِ بو تراب ہے

روزِ حساب کی نہیں کچھ فکر اب نسیم
دِل میں مرے وِلائے علیؑ بے حساب ہے

منقبت

ہے متصف جو صفاتِ خُدا سے نامِ علیؑ
بلند ہے یوں زمانے میں اِحتشامِ علیؑ

علیؑ کی ذات ہی جب مظہرِ عجائب ہے
"بعید سرحدِ اِمکاں سے ہے مقامِ علیؑ"

بیاں ہو کس طرح نہج البلاغہ کی توصیف
ہر ایک خطبہ ہے بس حاصلِ کلامِ علیؑ

نہیں یہ نوعِ بشر کے ہی واجب التّعظیم
ہے فرض جِنّ و ملائک پہ احترامِ علیؑ

پلک جھپکتے ہی طیبہ سے آ گئے خیبر
نبیؐ نے نادِ علیؑ میں لیا جو نامِ علیؑ

علیؑ کا عدل تھا بالکل رسولؐ حق کی طرح
پسند آیا نہ دُنیا کو یوں نظامِ علیؑ

بلند کرتے ہیں مومن ہی نعرۂ حیدرؑ
زباں پہ آتا نہیں منکروں کے نامِ علیؑ

قبول قلبِ منافق نہ کر سکا اُن کو
سدا رہا دِلِ مومن میں ہی قیامِ علیؑ

ہے ساری عیدوں سے افضل جہاں میں عیدِ غدیر
بتا رہا ہے زمانے کو یہ مقامِ علیؑ

برائے عام ہے رندانِ حق شرابِ غدیر
کہ میکدے میں وِلا کے ہے اِنتظامِ علیؑ

بدستِ ساقئ کوثر سند کے ساتھ پیو
ہر ایک جامِ وِلا پر لکھا ہے نامِ علیؑ

ملے گی پھر نہ ولایت کی یہ شراب تمہیں
انڈیلو کاسۂ دِل میں ہر ایک جامِ علیؑ

نبیؐ ہیں خوش کہ قیامت تلک علیؑ ہیں وصی
ہر اِک امام کی صورت ہے انصرامِ علیؑ

نسیمؔ جزو ہو ایماں کا کیوں نہ نام اُن کا
غدیر سے جو عیاں ہو گیا مقامِ علیؑ

منقبت

جو بابِ علم تک پہنچے وہ پیغمبرؐ سے ملتا ہے
جسے مل جائے شہرِ علم وہ داور سے ملتا ہے

شہنشاہی سے افضل ہے غلامِ مرتضیٰ ہونا
کسی سلطان کا رُتبہ کہاں قنبر سے ملتا ہے

چلو بس نقش پائے بوذر و سلمان و میثم پر
کہ ان کا راستہ سیدھا درِ حیدرؑ سے ملتا ہے

رسالت اور امامت کی ہیں شمعیں ضوفشاں اس میں
یہ منبع نور کا بس فاطمہؑ کے گھر سے ملتا ہے

پڑھی نادِ علی کیوں مصطفیؐ نے جنگ خیبر میں
جواب اس کا ہمیں خود فاتحِ خیبر سے ملتا ہے

بتاتی ہے فضیلت کو علیؑ کی آیتِ بَلّغ
کہ یہ تاجِ ولایت رُتبۂ حیدر سے ملتا ہے

ترا ہی حق ہے خطبے میں سلونی کی صدا دینا
کہ حل ہر مسئلے کا جو ترے منبر سے ملتا ہے

علی کی تیغ کو پہچان تھی مومن منافق کی
پتہ ہر جنگ میں یہ ضربتِ حیدرؑ سے ملتا ہے

ترے اُستاد کی مدحت میں ہے یہ کس بلندی پر
قلم جبریل میرا یوں ترے شہپر سے ملتا ہے

کھلائے جا یونہی گلہائے مدحت شانِ حیدر میں
نسیم اس کا صلہ کہتے ہیں بس داور سے ملتا ہے

شبِ ضربت

ہو گا کہاں جہان میں ایسا کوئی وصیؑ
نفسِ رسولؐ ، شیرِ خُدا ، آیتِ جلی
بعد از خُدا بزرگ ہے دُنیا میں بس نبیؐ
بعدِ نبیؐ ہے گر کوئی اعلیٰ تو ہے علیؑ

حق کا یہی ولی تو ہے مولائے کائنات
قبضے میں جس کے ارض، تصرف میں شش جہات

تبلیغِ دینِ حق تو رسالت کا کام ہے
پر اس کی پاسبانی امامت کا کام ہے
یہ کارِ حق ہی عدل و شجاعت کا کام ہے
یعنی رسولِ پاک کی نصرت کا کام ہے

ہارون جیسے موسیٰ کا غم خوار ہو گیا
حیدرؑ یوں مصطفیٰ کا مددگار ہو گیا

آسان کب تھا کارِ رسالت جہان میں
نوعِ بشر کی تھی کہاں عزّت جہان میں
بوجہل سب تھے اور جہالت جہان میں
شیطاں کی جس طرح ہو خلافت جہان میں

اطرافِ کعبہ جیسے بسیرا تھا کفر کا
ذاتِ علیؑ کے گرد یوں گھیرا عدو کا تھا

ہر ہر قدم پہ ساتھ علیؑ نے نبھا دِیا
بدر و اُحد و خیبر و خندق ہیں سب گواہ
اِک سمت رن سے بھاگنے والوں کا غول تھا
اِک سمت راہِ حق میں علیؑ تھا ڈٹا رہا

ثابت قدم رہا ہے ہر اِک کارزار میں
یہ وصف ہے بڑا شہِ دُلدل سوار میں

جس کا مقابلہ کبھی اژدر نہ کر سکے
نامی گرامی مرحب و عنتر نہ کر سکے

بزدل کی کیا مجال دِلاور نہ کر سکے
میداں میں مل کے سارے ستم گر نہ کر سکے

اُس کی نظر تھی یا کسی خنجر کی دھار تھی
بجلی تھی رعدو برق تھی یا ذُوالفقار تھی

ثقلین کی نماز سے افضل تھی جس کی ضرب
ہر سورما سے ارفع و اعلیٰ تھی جس کی حرب
مشکل کُشائے دہر تھا، رَدِّ بلائے کرب
خیبر میں جس نے دین کا پرچم کیا تھا نصب

تھا جس کو ضرب وحرب کی ہر صنف میں کمال
محراب میں ہے مسجدِ کوفہ کی وہ نڈھال

ملجم کے ہاتھوں زخمی ہوا ہے شہِ نجفؑ
اب ہے لہولہان محمدؐ کا یہ خلف
مضروب ہے گہر تو شکستہ ہوا صدف
دستِ نفاق وظلم کا آخر تھا کیا ہدف
یہ چوٹ تھی رسول کے سر پر نفاق کی
حملہ تھا دیں پہ بولتے قرآں پر ضرب تھی

سورج طلوع جو سرِ بیت خدا ہوا
آیا شباب پر تو وہ مسجد میں ڈھل گیا
ضربت لگی تو شکرِ خُدا یوں ادا کیا
فزتہ بہ ربِّ کعبہ، ہوا تجھ پہ میں فدا

رنج و اَلم میں ڈوبی یہ ضربت کی رات تھی
بیتِ شرف میں ایک قیامت کی رات تھی

القدس ہے اُداس تو ویراں حریم ہے
عیسیٰ ہے بدحواس تو غش میں کلیم ہے
سقراطِ دقت اور ارسطو یتیم ہے
ماتم کناں جہان میں عقلِ سلیم ہے

اے شہرِ علم، آج ترے دَر کو کیا ہوا
اس بابِ علم، حیدرِ صفدر کو کیا ہوا

تم نے علم کے ساتھ علم دار کھو دیا
وہ قافلہ وہ قافلہ سالار کھو دِیا

لا چاروں بے بسوں کا طرف دار کھو دِیا
تم کس قبیل کے ہو کہ سردار کھو دِیا

بوجہل بن کے جوئے خرد تم نے پاٹ دی
بیٹھے تھے جس پہ شاخ وہی تم نے کاٹ دی

اے ممبر سلونی کی گفتار الوداع
اے جانشینِ احمدؐ مختار الوداع
اے مرضیٔ خُدا کے خریدار الوداع
اے مرتضیٰ، اے حیدرِ کردار الوداع

پیدا نہ ہو گا اب کوئی ایسا جہان میں
اُس کی مثال ہو گی نہ کون و مکان میں

منقبت

روشن ہے خاکِ پائے علیؑ جیسے راہ میں
ایسی ضیا نہ ہو گی کہیں مہر و ماہ میں

نادِ علیؑ کو پڑھ کے پکارا رسولؐ نے
اللہ کی مدد تھی نبیؐ کی نگاہ میں

مومن ہو نسل میں تو نہ چلتی تھی ذوالفقار
سارے نسب عیاں ہیں علیؑ کی نگاہ میں

دیوار شق ہوئی ہے ترے گھر کی کیوں خدا
یہ کون آ رہا ہے تری بارگاہ میں

حق کی امان چاہیے شیطان سے جنہیں
داخل ہوں بابِ امن سے شہر پناہ میں

تو ہی تو ہے نذیرؔ خُدا اور نبیؐ کے بعد
قرآن بولتا ہے ترے انتباہ میں

جو تیرے آستاں پہ جبیں سائی کر چکا
ذرّے سے بن گیا ہے گہر تیری چاہ میں

کب آ گہی بشر کو ہے تیرے علوم کی
جبریل بیٹھتا ہے تری درس گاہ میں

ایمان کل نے ٹکڑے کیے کلِ کفر کے
اتنی سکت کہاں تھی بھلا رو سیاہ میں

قبلہ نما وہ کعبۂ ایماں کی طرح ہے
مسجد بدل گئی جو تری قتل گاہ میں

مشکل کشا کا واسطہ دھو دے اُنہیں خدا
جو ہیں گنہ نسیمؔ کی فردِ سیاہ میں

بحضور امامِ دوئم اَبی مُحمّد الحَسَن المُجتبٰی ابنِ علی علیہ السلام

قطعہ

گلستانِ امامت کا حسنؑ پہلا ثمر ہے
علیؑ و فاطمہؑ کا یہ حسیں نورِ نظر ہے
جو صورت میں رُخِ زیبائے احمدؐ سے مشابہ
تو سیرت میں بھی عکسِ سیرت خیرالبشر ہے

حسنؑ سبز قبا

پھر آفتابِ صبح سے پھوٹی نئی کرن
شاخِ چمن پہ دِین کے آئی عجب پھبن
تازہ مہک سے مہکا اِمامت کا یہ چمن
ہر غنچے اور گل کے تھا لب پر حسنؑ حسنؑ

ساری زمین وجد میں اب جھومنے لگی
مٹی بھی بو تراب کا دَر چومنے لگی

اِک نو دمیدہ گل ہے بنا زینتِ چمن

سارے گلوں سے اُس کا نرالا ہے بانکپن
ہے اُس کے نطق و لب پہ رِسالت کا ہر سخن
پہنے ہوئے ہے جو کہ اِمامت کا پیرہن

خود بھی جمیل نام بھی جس کا حسین ہے
وہ صلح جو وہ سبز قبا صلحِ دین ہے

گفتار میں رسولؐ کی مانند نرم خو
رفتا میں علیؑ کی طرح تیز کو بہ کو
کردار میں مثالِ محمدؐ وہ صلح جو
افکار میں علیؑ کے تخیل کی آبرو

جوہر ہے وہ علیؑ و نبیؐ کے کمال کا
اِک آئینہ ہے اُن کے جلال و جمال کا

سیرت کہ خلق و حلم پیمبرؐ لیے ہوئے
صورت نبیؐ کے حسن کا جوہر لیے ہوئے
عصمت کہ عکس و پرتوِ سرورؐ لیے ہوئے
فطرت، ہر ایک صلح کا زیور لیے ہوئے

تعریف کیا کروں میں رُخِ لاجواب کی
تصویر ہو بہو ہے رسالت مآب کی

وہ اِک شہیدِ صلح ہے اے کربلا ترا
جو تیری سازشوں میں رہا مبتلا سدا
نیرنگیٔ سیاستِ دوراں میں جو گھرا
طعنے پرائے اپنوں کے جو جھیلتا رہا

جعفر کی پُھرتی ضربتِ حیدرؑ وغا میں تھی
قاسم نہیں تھا رُوحِ حسنؑ کربلا میں تھی

منقبت

تصویرِ خلق ، پیکرِ خلّت حسنؓ کا نام
گویا رسولِ پاک کی سیرت حسنؓ کا نام

ایثار و صبر و حلم و سخاوت حسنؓ کا نام
حسنِ سلوک و مہر و مروّت حسنؓ کا نام

جو بھائی چارہ اور محبت کا درس دے
ہو کیوں نہ پھر سراپا اُخوت حسنؓ کا نام

کی جس نے جنگ خنجر و تلوار کے بغیر
دینِ مبیں کی فہم و فراست حسنؓ کا نام

عہدِ اماں ہے دورِ سکونِ حیات بھی
ہے صلح و آشتی کی حکومت حسنؓ کا نام

مکر و ریاء کے عہدِ خلافت میں بر ملا
صدق و صفا و حق کی سیاست حسنؓ کا نام

ہے زہد و تقویٰ اور عبادت کی آبرو
اللہ اور نبیؐ کی اطاعت حسنؓ کا نام

حَسَنات جمع ہو گئے ذاتِ حسنؓ میں سب
خود ہو گیا ہے باعثِ شہرت حسنؓ کا نام

باطل کی ظلمتوں نے کہا چیخ چیخ کر
بے شک ہے آفتابِ ہدایت حسنؓ کا نام

صلحِ حسنؓ ہے پرتوِ صلح حدیبیہ
آئینۂ مزاجِ نبوت حسنؓ کا نام

زہر اب پی کے شیریں بیانی بتا گئی
حسنِ خطاب میں ہے حلاوت حسنؓ کا نام

امن و سلامتی کا پیمبر ہے وہ نسیم
تا حشر یوں رہے گا سلامت حسنؓ کا نام

منقبت

جہاں میں آلِ محمدؐ کی ابتدا ہے حسنؑ
علیؑ کے بعد اِمامت کا سلسلہ ہے حسنؑ

جو نقش دیکھنے چاہو رسولؐ کے دیکھو
نبیؐ کے اُسوۂ حَسَنہ کا آئینہ ہے حسنؑ

اسی کی ذات ہے تفسیرِ آیتِ کوثر
عمل سے اپنے یہ تشریح کر رہا ہے حسنؑ

ہے مصطفیٰ کی طرح صلح جو و امن پسند
صراطِ دیں میں محمدؐ کا نقشِ پا ہے حسنؑ

تبھی تو مان لی ہر شرط اس کی باطل نے
مثالِ کاتبِ صلحِ حدیبیہ ہے حسنؑ

ڈھلی ہوئی ہے زبان اُس کی آبِ کوثر سے
رسولِ پاک کے لہجے میں بولتا ہے حسنؑ

کبھی تو سیف کبھی صبر سے جہاد کیا
عدو سے جنگ میں، حیدرؑ کا حوصلہ ہے حسنؑ

جو لوحِ پاک میں محفوظ ہے کلامِ خدا
نبیؐ کی گود میں طفلی میں پڑھ رہا ہے حسنؑ

محاذِ صلح پہ حجت تمام کر ڈالی
قریب کرب و بلا اپنے دیکھتا ہے حسنؑ

ملا نہ شہؑ کی طرح کوئی جاں نثار اسے
جلا کے شمع ہر اِک سمت ڈھونڈتا ہے حسنؑ

دیئے ہیں اپنے پرایوں نے مل کے طعنے اسے
ہجومِ یاس میں یہ دُکھ بھی جھیلتا ہے حسنؑ

وہ کربلا میں نہ ہو گا شہید ہونے کو
یہ فرض دیکھئے قاسم کو سونپتا ہے حسنؑ

چلیں گے جیتے جی شہؑ پر وہ صبح عاشورہ
جو تیرِ ظلم و ستم مر کے کھا رہا ہے حسنؑ

قتیلِ جور و جفا اور شہیدِ سم ہو کر
جہادِ صبر میں تمہیدِ کربلا ہے حسنؑ

مٹا سکے گا نہ باطل جسے کبھی بھی نسیمؔ
وہ لوحِ وقت پہ تحریر لکھ گیا ہے حسنؑ

صلحِ حسنؑ

ہے ناگزیر جو حجت لڑائی سے پہلے
تو صلح و آشتی اَمن و اَماں ضروری ہے
حسنؑ امام تھے خود حجتِ زمانہ تھے
تو کیوں نہ بڑھ کے وہ تدبیرِ آشتی کرتے

وگر نہ ایسی قیامت کوئی بپا ہوتی
ہر اِک محاذ پہ اِک جنگِ کربلا ہوتی

وہ کربلا کہ جو دِیوار کا نوشتہ تھا
وہ واقعہ کہ جو لوحِ اَزل میں تھا لکھا
وہ معرکہ حق و باطل کی آزمائش کا
نہ ہوتی صلح تو پہلے ہی ہو گیا ہوتا

امامِ صلح نے یہ بات دِل میں ٹھانی تھی
حسینؑ کے لیے کرب و بلا بچانی تھی

وہ ایک مقتلِ خونیں، وہ دشتِ ظلم و ستم
وہ ایک شامِ غریباں، وہ صبحِ رنج و اَلم
وہ بربریت و خوف و ہراس کا عالم
وہ قہر و جبر و غضب، وہ مصائب پیہم

اُسے بچانے کا بس ایک ہی تو رستہ تھا
کہ دستِ صلحِ حسنؑ روکے جنگ کا ریلا

نثار ہو گیا یوں امن و آشتی پہ حسنؑ
خدا کی راہ میں سہہ کر ہر ایک رنج و محن
بدل رہا تھا ہر اِک شخص گرچہ اپنا چلن
مگر وہ تھامے رہا پھر بھی حق کا ہی دامن

تڑپ تڑپ کے اُسے زِندگی میں جینا پڑا
صلے میں امن کے زہراب اُس کو پینا پڑا

حدیبیہ سے بھی دُشوار تھی یہ صلحِ حسنؑ
سوا کچھ اس سے گرانبار تھی یہ صلحِ حسنؑ
نظر میں ظلم کے گو خار تھی یہ صلحِ حسنؑ
بقائے دِین کو درکار تھی یہ صلحِ حسنؑ

کسی کو حق کی نہ باطل کی کچھ خبر ہوتی
بغیر صلح کے گر جنگِ خیر و شر ہوتی

قطعہ

بحضورِ امام سوئم اَبی عبدِاللہ الحُسَین ابنِ علی علیہ السلام

قطعہ

عقیدتوں کا جو کعبہ نیا بناتا ہے
وہ دل میں عشق کی کرب و بلا بساتا ہے
جو کوئی مدحت شہؑ میں قلم اُٹھاتا ہے
فلک سے اُس کو خدا کا سلام آتا ہے

قطعہ

غمِ حسینؑ کی دولت سے مالا مالا ہے دِل
متاعِ اشک میسر ہے چشمِ نم کے لیے
ہمارے تن کا اثاثہ ہے یوں لباسِ عزا
بنا ہے جیسے غلافِ سیہ حرم کے لیے

قصیدہ

جہاں میں آج کے دن خامسِ آلِ عبا آئے
پکارے مرحبا قدسی کہ سبطِ مصطفیٰؐ آئے

اِمامت شاد ہے اب تاجدارِ کربلا آئے
نبوت سر خرو کہ ورثہ دارِ انبیا آئے

وہ بن کے قرۃ العینِ بتولِ حق نما آئے
جگر گوشہ نبیؐ کا اور جانِ مرتضیٰؑ آئے

شجاعت کا مرقع ، پیکرِ صبر و رَضا آئے
مجسم صدق کی صورت وہ تصویرِ صفا آئے

شہادت جن کی ہے میراث، تقویٰ جن کا ترکہ ہے
کتابِ دیں، مزاجِ حق سے ہیں جو آشنا آئے

عمل سے کر کے جو دِکھلائیں گے تفسیر قرآں کی
وہ خود اَب بن کے آیاتِ خُدا کا آئینہ آئے

اُنہی کی شان میں نازل ہوئی ہے آیۂ تطہیر
کہ جو پہنے ہوئے دُنیا میں عصمت کی رِدا آئے

وہ جن کے واسطے پوشاک آئی خلد سے سِل کر
اُنہی کی شان میں خالق سے تاجِ ھل اَتیٰ آئے

وِلادت اور شہادت کی خبر جبریل نے جب دی
تو آنکھوں میں نبیؐ کی اشکِ غم پھر بار ہا آئے

خوشی میں رنج کی بھی لہر تھی اِک وقت پیدائش
پیامِ تہنیت کے ساتھ پیغامِ عزا آئے

مبارک باد دے کر پُرسۂ غم بھی دِیا سب نے
پسِ میلادِ شہؑ جب سب عزیز و اقربا آئے

فضائل پر ہے حاوی شہؑ کی اتنی شانِ مظلومی
قصیدہ لکھنے بیٹھوں ذہن میں اِک مرثیہ آئے

زمینِ کربلا بھی سرخرو اور سرخرو ناصر
کہ نصرت میں اِمامِ دیں کی اپنا خوں بہا آئے

نہائے خاک وخوں میں سر کو جب سجدہ میں کٹوایا
پئے تعظیم شہؑ کی سب رسول و انبیا آئے

فضا میں استغاثہ گونجتا ہے آج بھی شہؑ کا
زمینِ کربلا سے آج بھی جس کی صدا آئے

گھرانے پر علیؑ کے یوں تو بعدِ قتلِ شاہ دیں
حقیقت ہے کہ طوفانِ مصائب با رہا آئے

مگر پھر اُٹھ سکا نا یوں سوالِ بیعتِ فاسق
کہیں ایسا نہ ہو پھر راستے میں کربلا آئے

جہانِ تازہ میں اب ظلم کا پھر بول بالا ہے
یزیدِ عصرِ حاضر بن کے کتنے رہنما آئے

رہِ حق وصداقت پر ہیں ظلم و جور کے پہرے
شہِؑ مظلوم تم جیسا کوئی اب پیشوا آئے

منقبت

ہر ظلم کے خلاف اشارہ حسینؑ ہے
انسان کے دکھوں کا مداوا حسینؑ ہے

تا حشر جگمگاتا رہے گا جہان میں
اِسلام کے نصیب کا تارا حسینؑ ہے

جس سے سدا رہے گا چمن دِیں کا سرخرو
اُس دائمی بہار کا مژدہ حسینؑ ہے

وارث ہے انبیاء کے علوم و کمال کا
باقی ہے جس سے دِین وہ ورثہ حسینؑ ہے

ذبحِ عظیم کے لیے جس نے چنا اُسے
اُس خالقِ عظیم کا منشا حسینؑ ہے

ظلم و جفا و جور و ستم جس میں بہہ گئے
وہ تند و تیز خون کا دریا حسینؑ ہے

پروردگار صبر ہے وہ بندۂ خدا
حق کی نظر میں اس لیے اعلیٰ حسینؑ ہے

لختِ دِل و جگر ہے علیؑ و بتول کا
ختمِ رُسل کی آنکھ کا تارا حسینؑ ہے

بیعت یزیدِ فاسق و فاجر کی کیوں کرے
بنتِ نبیؐ کی گود کا پالا حسینؑ ہے

ہوتے رہیں گے حق پہ فدا اہلِ حق سدا
اِک فرد تو نہیں ہے قبیلہ حسینؑ ہے

میدان کارزار میں پڑھتا ہے جب رجز
اُس دَم خُدا کے شیر کا لہجہ حسینؑ ہے

قاری بھی خود ہے، بولتا قرآن بھی ہے خود
نوکِ سناں پہ حق کا صحیفہ حسینؑ ہے

محتاج ہم نہیں ہیں فقط اُس کے اے نسیم
مشکل میں ہر نبی کا سہارا حسینؑ ہے

ظہورِ خامس آلِ عبا اِمام حسینؑ علیہ السلام

"ولادتِ کا منظر نامہ"

زمیں سے تابہ آسماں خوشی کا ہے عجب سماں
ہے کیف و وَجد میں جہاں
عجب طرح ہیں ضوفگن مہ و نجوم و کہکشاں
یہ مہرِ تابناک بھی ہوا ہے آج مہرباں، کرن کرن ہے زرفشاں
کلی کلی کھلی ہوئی، خوشی سے گل ہیں شادماں
دمن دمن ہے مشکبو، چمن چمن ہے گلفشاں
ہر ایک سو رواں دواں مسرتوں کا کارواں
ہے عندلیب نغمہ خواں
گلی گلی مدینے کی ہوئی ہے آج ضوفشاں

شرف کا بیت ایک ہے وہی درِ بتولؑ ہے
کتاب نور کا جہاں پہ آج پھر نزول ہے
ہدایتوں کا سلسلہ نجات کا حصول ہے

کلام بھی طویل ہے، جو آیتوں کا طول ہے
لگے کہ جیسے آنے والا اصل ہے اصول ہے
یہ عصمتوں کا سلسلہ، نجابتوں کا آئینہ
صداقتوں کا راستہ، ہدایتوں کا قافلہ
شجاعتوں کا دبدبہ، شہادتوں کا ولولہ
اِمامتوں کا فیصلہ، رسالتوں کا منتہاء
تمام انبیاء کی سب بشارتوں کا زمزمہ
خدائے ذوالجلال کی کرامتوں کا معجزہ
خدائے صبر ہے تبھی، خدائے دو جہاں سے کر رہا ہے خود معاملہ
نبیؐ کا جانشیں ہے تو، عدوئے حق سے کر رہا ہے خود مباہلہ

نگارِ کبریاء ہے یہ
وقارِ انبیاء ہے یہ
قرارِ اوصیاء ہے یہ
شعارِ اولیاء ہے یہ
چمن چمن دمن دمن سلامتی کے دِین کی بہارِ دلربا ہے یہ
حیاتِ جانفزا ہے یہ

یہ صدق کا مزاج ہے

یہ حق کی اِحتیاج ہے
یہ اِنّما کی لاج ہے
یہ ھل اَتیٰ کا تاج ہے
تبھی تو رسمِ سرفروشی، جاں نثاری، اُس کا اِک رواج ہے
تبھی تو ہر ستم رسیدہ، ہر شکستہ دِل پہ اُس کی چاہتوں کا راج ہے

سلامتی کی راہ ہے، یہی تو دِیں پناہ ہے
اسی کے دم سے کلمہ ہے وقارِ لا اِلٰہ ہے
اسی کا آستاں تبھی تو مرکزِ نگاہ ہے
جو سارے جن و انس کے ادب کی بارگاہ ہے
جو اس کے در پہ آئے گا، ادب سے سر جھکائے گا، مراد اپنی پائے گا
طلب کرو گے رہبری تو راستہ دکھائے گا
قدم قدم ہدیٰ کا یہ چراغ اِک جلائے گا

ملائکہ کی ٹولیاں چلیں جو سوئے ارض تو
یہ دیکھ کر ٹھہر گئیں کہ، آج ان کا ہم نفس اُداس ہے ملول ہے
جو سوچتا ہے دم بہ دم کہ اُس کی ساری زندگی عبث ہے اور فضول ہے
کہ سرکشی کے ہی سبب عتاب کا نزول ہے
خدائے ذوالجلال کو پھر اس پہ رحم آ گیا

صدا یہ آئی عرش سے کہ آج جن وانس کی ہر اک دُعا قبول ہے
کہو چلے مدینے کو یہ فطرسِ ملول سے
پہنچ کے واں پہ مس کرے ادب سے بال و پر کو وہ
بصد ہزار گریۂ وملامت و سرشک سے کہے
غرور فخر سرکشی مری خطا ہے بھول ہے
تو پھر ملے گا اس کو سب' طلب کرے گا جو بھی وہ سخی حسین کے سبب
غبارِ سنگِ آستانِ حیدر و بتول سے ۔
جو اِن کے دِل کا چین ہے
جو اِن کا نورِ عین ہے
وہی کہ جو حسینؑ ہے
جو اصل ہے اصول ہے
پہنچ کے جھولے کے قریں یہ فطرسِ ملول نے
کہا ہزار گریۂ وملامت و سرشک سے
غرور و فخر سرکشی مری خطا ہے بھول ہے
پھر اس کے بعد جھولے سے حسینؑ ذی وقار کے
کیا جو اپنے تن کو مس تو بال و پر بھی مل گئے
ملے جو بال و پر تو پھر پئے وفورِ محمدت' پئے سرورِ مدحتِ حسینؑ نامدار وہ
فلک کی سمت اُڑ گیا

اور غرور فخر و سرخوشی میں جھومتا رہا
زُباں پہ اُس کے بس یہ تھا
کہ اب میں پہلے سے سوا ملائکہ کی جنس میں ہوں سب سے زیادہ محترم
سب سے زیادہ ذی حشم
کہ اب تو مجھ کو فاطمہؑ کے چین کی'
مرے سخی حسینؑ کی نجات کا حصول ہے
اُسی کے فیضِ عام سے' اُسی کے نیک نام سے' حضورِ ربّ مری دُعا قبول ہے

جمع ہے کائنات سب اسی حسیں کی دید کو
بسائے ہے نظر میں اپنی ساعتِ سعید کو
مرقعِ جلال ہے' جو دیکھے وہ یہی کہے' یہ ظلِ ذوالجلال ہے یہ آیت اصول ہے
مرقعٔ جمال ہے' جو دیکھے وہ یہی کہے'
یہ حسنِ بے مثال ہے' یہ سایۂ رسول ہے
تجلیٔ کمال ہے' جو دیکھے وہ یہی کہے'
صفاتِ حیدریؑ کا اس کی رُوح میں حلول ہے
یہ آفتابِ آل ہے' یہ سیّدہ کا لال ہے'
جبیں پہ جس کی ضَو فگن نجابتِ بتولؑ ہے

ملائکہ و جن و انس دَم بخود ہیں کیا کہیں

مگر رسول وانبیا سبھی، وصی واولیا سبھی
کا متفق ہے فیصلہ:
یہ ظلِّ ذوالجلال تو
یہ حسنِ بے مثال تو
یہ صورتِ کمال تو
یہ آفتابِ آل تو، یہ سیّدہ کا لال تو، یہ لمحۂ وصال تو
ہماری ساری محنتوں، ہماری ساری کاوشوں کا واصل ووصول ہے
ہماری سب ریاضتوں، ہماری سب عبادتوں کا حاصل وحصول ہے

شرف کا بیت ایک ہے وہی درِ بتولؑ ہے
درِ بتولؑ وہ جہاں پہ دیں نبیؐ نے دستکیں
رسولؐ وہ اُٹھائیں جس نے عمر بھر یہ زحمتیں
بتا دِیا جہان کو کہ فاطمہؑ کے گھر میں گر
اِرادہ ہو دخول کا تو مانگو اس سے اِذن تم
مگر یہ آج کیا ہوا
یہ آج کیسی رسم ہے
یہ کیسا اِک رواج ہے
پتہ چلا کہ تہنیت کے واسطے بڑا ہجوم ہے

اس اژدھامِ تہنیت میں
رسول وانبیاء سبھی
وصی واولیاء سبھی
ملائکہ وجن وانس
بصد خلوص واحترام، پئے درود اور سلام
علی وفاطمہ کے گھر، رسولِ محترم کے در، پئے نیاز آئے ہیں،
دُعا کے پھول لائے ہیں
اسی لئے تو تہنیت کو وارِدِ بتول ہے
ہجوم واژدھام کو اِجازتِ دخول ہے

قطعہ

مسیحائے جہاں ہے کربلا خاکِ شفا تیری
کرامت ہے ترے ہر ذرّۂ خاکِ بیاباں میں
حیاتِ نو کے چشمے پھوٹتے ہیں ہر گھڑی اِن سے
عجب تاثیر ہے ہر قطرۂ خونِ شہیداں میں

سلام

عزم و عمل کا شوق شہادت کا نام ہے
اسمِ حسینؑ حق و صداقت کا نام ہے

قائد ہے کاروانِ عمل کا تو ہی حسینؑ
یہ کربلا تو تیری قیادت کا نام ہے

خنجر کے نیچے شکر خُدا جو ادا کرے
مظلومیت نہیں وہ شجاعت کا نام ہے

ذبحِ عظیم پورا کیا تو نے اے حسینؑ
تابہ ابدیوں تیری شہادت کا نام ہے

جس نے یزیدِ عصر کی بیعت کو مات دی
ابنِ علیؑ وہ فہم و فراست کا نام ہے

روندو نہ جسمِ پاک لعینو حسینؑ کا
پامال مت کرو یہ شریعت کا نام ہے

اُٹھتی رہی خیامِ حسینی سے بار بار
وہ العطش جو پیاس کی شدت کا نام ہے

ناموس جن و انس ہے توقیر عرش و فرش
شبیرؑ کائنات کی عزت کا نام ہے

قبضے میں جس جری کے ہے نہر فرات وہ
شبیرؑ ایسی فہم و فراست کا نام ہے

پیوست جس کے سینے میں برچھی ہے ظلم کی
حیدرؑ کے وہ شباب کی طاقت کا نام ہے

نازاں ہے جس شجاع پہ ارزق کی موت بھی
قاسم نہیں حسن کی شجاعت کا نام ہے

کھا کر اجل کا تیر تبسم ہے لب پہ جو
اصغرؑ کی کم سنی کی وہ ہمت کا نام ہے

کربل سے شام تک کا ہے یہ راستہ گواہ
زینب خُدا کے دِین کی عظمت کا نام ہے

زِینت ہے جس کے دم سے رُکوع وسجود کی
عابد نہیں، وہ زُہد و عبادت کا نام ہے

نامِ حسینؑ حق کی علامت ہے، اور یزید
اللہ اور نبیؐ سے بغاوت کا نام ہے

اِک پل میں تجھ کو نار سے فردوس مل گیا
کتنا حسین حر تری قسمت کا نام ہے

کیونکر حبیب ابنِ مظاہر نہ ہو حبیب
یہ شہؑ کی عمر بھر کی رفاقت کا نام ہے

کوئی گیا نہ تو نے کیا جب چراغ گل
ہر دل میں ضوفگن تری چاہت کا نام ہے

شبیرؑ تیرے لطف و کرم کا ہے یہ اثر
اہلِ عزا میں جو مری مدحت کا نام ہے

تیرا سلامِ عجز و نیاز و ادب نسیمؔ
شہؑ کے حضور اجرِ رسالت کا نام ہے

سلام

بہا ہے خونِ شہیداں تو زندگی یوں ہے
کھلی ہوئی چمنِ دیں میں ہر کلی یوں ہے

کٹا ہے سجدۂ آخر میں جو سرِ شبیرؑ
جلا ہے سجدوں کو، قائم یہ بندگی یوں ہے

جوابِ تیر ہے خود ہی دلیل فتح و ظفر
لبوں پہ اصغرِؑ بے شیر کے ہنسی یوں ہے

جہاں سے پیاسا ہی اصغرؑ چلا گیا ہو گا
سکینہ بی بی کے ہونٹوں پہ تشنگی یوں ہے

حرم ہیں شامِ غریباں ہے، گھپ اندھیرا ہے
لگی ہے آگ تو خیموں میں روشنی یوں ہے

برہنہ سر ہیں نبیؐ زادیاں سرِ بازار
اُداس چہرے پہ عابدؑ کے، بے کسی یوں ہے

علیؑ کے لہجے میں خطبہ دیا ہے زینبؑ نے
تمام قصرِ یزیدی میں خامشی یوں ہے

فراتِ اشک رَواں ہے نسیم آنکھوں سے
دِل و نگاہ میں اب میرے تازگی یوں ہے

سلام

اے قلم لکھ مدحتِ شہؑ روحِ ایمانی کے ساتھ
جذبۂ جوشِ شہادت کی فراوانی کے ساتھ

بادۂ اُلفت سے شہؑ کی جامِ دِل لبریز ہے
غم کو تازہ کر رہا ہوں اَشک افشانی کے ساتھ

زِندگی مضمر ہے تیرے غم کی میٹھی آنچ میں
ہے جواں اِسلام تیری مرثیہ خوانی کے ساتھ

تیرا ماتم کر رہے ہیں خوں بہا کر اے حسینؑ
اشکِ غم بھی بہہ رہے ہیں اِک فراوانی کے ساتھ

آؤ ابراہیم دیکھو کارزارِ کربلا
مطمئن شبیرؑ ہیں بیٹے کی قربانی کے ساتھ

منسلک ہیں حضرتِ عباس یوں شبیرؑ سے
جس طرح سے رَبط ہے اِک موج کو پانی کے ساتھ

استغاثہ کربلا میں شاہ کا ہنگامِ عصر
تا اَبد باقی رہے گا فکرِ اِنسانی کے ساتھ

کربلا تصویرِ غمِ شبیرؑ ہیں تصویرِ صبر
محوِ نظّارہ ہے عالم کتنی حیرانی کے ساتھ

ایک اِک نیزے پہ سر ہے ہر شہیدِ دین کا
کیسی ہے بے حرمتی آیاتِ قرآنی کے ساتھ

ہو گیا غرقاب بیڑا ظلم و استبداد کا
ریگزارِ کربلا میں غم کی طغیانی کے ساتھ

بے کفن لاشے، جلے خیمے، فضا پر ہول ہے
آئی ہے شامِ غریباں کتنی ویرانی کے ساتھ

کھیلتے ہیں کربلا والے نڈر ہو کر نسیم
ظلم کے دریا میں ہر اک موجِ طوفانی کے ساتھ

بحضور امام چہارم ابی محمد علی بن الحسین
سیّد السّاجدین زین العابدین علیہ السلام

قطعہ

ہر قدم ظلم و جفا اور ستم گاری ہے
کس قدر طوق و سلاسل کی گرانباری ہے
عزم ہے عابدِ بیمار کا اُس سے بھی قوی
جس قدر پاؤں میں زنجیرِ ستم بھاری ہے

منقبت

پابہٗ جولاں جو حرم کا قافلہ سالار ہے
وہ غریب و ناتواں ہی عابدِ بیمار ہے

بیڑیاں پاؤں میں اُس کے زیورِ مردانگی
طوق جو پہنے ہوئے ہے وہ گلے کا ہار ہے

ظلم نے توڑا ہے دم ہر حلقۂ زنجیر میں
ہر قدم عابد کا فتحِ حق کی اِک جھنکار ہے

اِک چراغِ حق ہے باطل کے اندھیروں میں عیاں
آندھیوں سے ظلم کی جو برسرِ پیکار ہے

فتح کرنے شام کو نکلا ہے کس انداز سے
ساتھ ہیں اہلِ حرم اور صبر کی تلوار ہے

اِمتحانِ صبر ہے یہ سیّد سجاد کا
ننگے سر اہلِ حرم ہیں' شام کا بازار ہے

خطبۂ سجاد کو روکے اَذانوں کا ہجوم
کہ یزیدِ فاسق و فاجر کا یہ دربار ہے

اِک طرف قیدی کہ ہے محکوم ہو کر سرخرو
اِک طرف اِک حاکمِ ظالم ذلیل و خوار ہے

اِک یزیدِ وقت کو ہے کب زباں پر اِختیار
گفتگو میں ایک قیدی کیسا خود مختار ہے

بادشاہِ صبر و ضبط و نظم ہے مظلوم یہ
جس سے عاجز قہر و جبر و ظلم کی سرکار ہے

جسم اس کا شکرِ حق سے کیف و سرمستی میں شاد
رُوح جس کی نغمۂ توحید سے سرشار ہے

جھک سکا نا جو کبھی طاغوت کے آگے نسیم
عابدِ مظلوم ایسا صاحبِ کردار ہے

منقبت

شام میں آنا ہوا کیا عابدِ دلگیر کا
مل گیا موقع تجھے اے کربلا تشہیر کا

موجزن جس کی رگوں میں ہو لہو شبیرؑ کا
اس کو کیوں ڈر ہو یزیدِ وقت کی تعذیر کا

طوق پہنے جب رسن بستہ اُٹھاتا وہ قدم
بولتا ہر حلقہ اس کے پاؤں کی زنجیر کا

جس قدر بڑھتی رہی جور و جفا و قید و بند
اس قدر وہ صابر و شاکر رہا تقدیر کا

فتح کرتا جا رہا ہے شام کو ہر ہر قدم
وار دیکھو ناتواں کے صبر کی شمشیر کا

دم بخود طاغوت ہے لرزا ہوا شاہی محل
یہ اثر ہے اس اسیرِ ظلم کی تقریر کا

زینتِ سجدہ گزاراں آبروئے عابدیں
اس قمر کے دم سے ہے محراب در تنویر کا

معنیٔ آیات کیا، مفہوم کیا قرآن کا
کر دیا اس نے دُعا سے حق ادا تفسیر کا

ہے مجرب ہر دُعا اس کے صحیفے کی نسیم
عکس ہے کردار کا، پرتو ہے جو تحریر کا

بحضورِ امام پنجم اَبی جَعفر محمدؐ بن عَلی اَلبَاقرَ علیہ السلام

قطعہ

ہے سانس پھولا ہوا علم کے شناور کا
کنارا ہے کہاں بحرِ علوم باقر کا
خدا کرے اِسی قلزم میں ڈوب کر وہ نسیم
پتہ لگائے ہر اِک فاطمہؑ کے گوہر کا

منقبت

جہانِ علم میں اُونچا ہے نام باقر کا
کرے ہے خلقِ خدا اِحترام باقر کا

وہ بے مثال ہے اقلیم علم و حکمت میں
ہر ایک اہلِ سخن ہے غلام باقر کا

وہ اپنے عہد میں کہلائے کیوں نہ بحرِ علوم
کہ شہرِ علم محمدؐ ہے نام باقر کا

گلِ معانی کھلائے ہیں اس نے قرآں کے
تو معترف ہے ہر اِک خاص و عام باقر کا

نمایاں علم و معارف کو کر دیا اُس نے
عیاں ہے دہر پہ یہ اِہتمام باقر کا

اُسی نے علم کے سربستہ راز کھولے ہیں
تبھی تو توسعِ علمی ہے نام باقر کا

اثر کرے نہ خطابت دِلوں پہ کیوں اُس کی
کہ معرفت سے بھرا ہے کلام باقر کا

نجیب دونوں طرف سے ہے یہ سیادت میں
تو منفرد ہے یہی اِحتشام باقر کا

سلام پہنچا ہے ختمِ رُسل کا جابر سے
شرف ہے سب سے بڑا یہ اِمام باقر کا

پدر کے اپنے ہے یہ جیتی جاگتی تصویر
ہے زُہد و تقویٰ میں اعلیٰ مقام باقر کا

بیادِ کرب و بلا اَشکبار رہتا ہے
یہی وظیفہ ہے ہر صبح و شام باقر کا

ابو حنیفہ و مالک و شافعی نے کیا
تلامذہ کی طرح ' احترام باقر کا

بہ فیض عقدہ کشائی بہ فضل علم و کمال
علی کی طرح ہے اُونچا مقام باقر کا

نسیم کو بھی ملے جامِ معرفت مولا
کہ کب سے جاری ہے یہ فیضِ عام باقر کا

بحضورِ امامِ ششم اَبی عَبدَاللہ جعفرابنِ محمدؐ الصّادق علیہ السلام

منقبت

جہاں میں آج وہ عالی نسب عالی مقام آیا
پیامِ صدق لے کر جو برائے خاص و عام آیا

ہدایت کیلئے پھر وارث شاہِ انامؐ آیا
رموزِ دِیں بتانے عالمِ ذی احتشام آیا

مُرتّب فقہ کا بن کر فقیہِ نیک نام آیا
وہ ناظم شرع کا لے کر شریعت کا نظام آیا

فقیہ و واعظ و شارع مبلغ پیشوا ہادی
محدث اور مفسر شارحِ اُمّ الکلام آیا

بچایا جس نے دامن فقہ کا آلودہ ہونے سے
اُسی کا جذبۂ صادق تو ہے جو دیں کے کام آیا

شریعت کے اصولوں کو مُرتّب کر دِیا آخر
تصرف میں جب ان کے فِقہ دیں کا انتظام آیا

علومِ دِین و دُنیا کی بنانے جامعہ پہلی
وہ اِک جامع صفات و عالم و فاضل اِمام آیا

وہ جس نے کیمیا کے علم کی بنیاد قائم کی
تغیّر کا لئے مژدہ بہ اندازِ قیام آیا

کریں تا حشر سجدے شکر کے شیعانِ حیدرؑ یوں
شریعت کو ابد تک کے لئے ایسا دوام آیا

مکاتب کھل رہے تھے مختلف افکار کے جس آن
بچانے اُس گھڑی دِیں کو شریعت کا اِمام آیا

حنیفہ اور مالک کو حدیث پاک سکھلانے
وہ اِک شیخِ حدیث و صاحبِ علم و کلام آیا

وہ جو بحرِ علومِ باقری کا سچا موتی تھا
سراپا صدق بن کے اَب صداقت کا پیام آیا

مدد اے صادقِ آلِ محمد تیرے روضے تک
رہِ صدق و صفا کو ڈھونڈنے تیرا غلام آیا

بحضور اِمام ہفتم اَبی ابرَاہیم مُوسیٰ بن جَعفَر اَلکاظِم علیہ السلام

قطعات

طبیعت پُرسکوں غیظ و غضب سے دُور رہتے ہیں
وہ پی جاتے ہیں غصے کو کہاں رنجور رہتے ہیں
عبادت اور ریاضت میں بسر ہیں رات دِن اُن کے
اگرچہ رنج و غم ہوں پھر بھی وہ مسرور رہتے ہیں

....

سحر سے رات تک ذِکرِ خُدا ہے اُس کے ہونٹوں پر
فغانِ صبح گاہی، نالۂ شب گیر ہے کاظم
دھڑکتے قصر میں تو مظہرِ تخریب ہے شاہی
اندھیرے میں قفس کے جذبۂ تعمیر ہے کاظم

منقبت

غریبِ شہرِ ستم ہے، اسیر ہے کاظمؑ
امیرِ شہر سے پھر بھی امیر ہے کاظمؑ

شکستِ ظلمتِ باطل نے کھائی ہے جس سے
وہ آفتاب وہ روشن ضمیر ہے کاظمؑ

ہر ایک شخص کے دُکھ درد کا مداوا ہے
تمام خلق کا اِک دستگیر ہے کاظمؑ

وہی ہے بابِ حوائج، درِ مراد وہی
سخئ دہر ہے اور بے نظیر ہے کاظمؑ

منارہ صبر کا ہے اُس کا حجرۂ تاریک
دیارِ جبر میں حق کا سفیر ہے کاظمؑ

جوانی ڈھل گئی پیری میں جس کی زنداں میں
بدست جور و ستم ایسا پیر ہے کاظمؑ

اُمڈ کے آتا ہے مجمع خطاب سننے کو
اے میرِ شہر ابھی دِل پذیر ہے کاظمؑ

غریب و سائل و مسکین در پہ آتے ہیں
کرے گا حاجتیں پوری قدیر ہے کاظمؑ

ہر ایک جابرِ دوراں سے جس نے ٹکر لی
خدا کے دِین کا ایسا ظہیر ہے کاظمؑ

بچایا جس نے تقیّہ سے اہلِ ایماں کو
فقیہ و عالمِ دیں ہے بصیر ہے کاظمؑ

دیا ہے اپنے پرائے کو عاقبت کا سبق
مثالِ احمدِ مرسل نذیر ہے کاظمؑ

تمام ناوکِ شاہی تو ہو گئے ہیں خطا
جگر میں باطلِ دوراں کے تیر ہے کاظمؑ

نسیم بابِ حوائج سے لو لگائے رکھ
ہر اِک مراد طلب کا نصیر ہے کاظمؑ

بحضور امامِ ہشتم ابی الحسن علی بن موسیٰ الرّضا علیہ السلام

منقبت

عرب کی سرزمیں سے چل کے جب وہ باوقار آیا
کہا یہ ارضِ فارس نے عجم کا تاجدار آیا

امامت کے جلو میں پھول جو عصمت کا کھل اُٹھا
وہی آغوشِ مادر میں مثالِ گلعذار آیا

قرار اُم البنینؑ کا اور سکونِ موسیٰؑ کاظمؑ
گلستانِ امامت میں وہ بن کے نو بہار آیا

اُٹھائے کاشف اسرار ہو کر رمز کے پردے
نبوت اور اِمامت کا وہ جس دَم راز دار آیا

قضا و قدر سے راضی رہا جو ربّ کی مرضی میں
رضائے رب وہی صبر و رضا کا شاہکار آیا

ضمانت نام بن کر وہ مسافر کی حفاظت کا
امام ضامن و حافظ، حفیظ و ذمہ دار آیا

اَبد تک کے لیے وہ ہوگئی جنت نشاں اُس دم
عجم کی خاک پر جس دم وہ نقشِ پائیدار آیا

کرے نہ فخر شہرِ طوس کیوں مولا کی آمد پر
لئے نورِ رِسالت جو اِمام نامدار آیا

نگوں فرمانروائے عصر آگے ہو گئے اُس کے
وہ بن کر جب شہنشاہِ زمان و اِقتدار آیا

ولی عہدی اَدب سے پیش کی مامون نے جس کو
وہ فخرِ دِین و دُنیا باعثِ صد اِفتخار آیا

دِکھایا زِندہ کر کے شیرِ قالیں جس نے محفل کو
وہی موسیٰ صفت معجز نمائے کردگار آیا

سنا جو مرثیہ دعبل خزاعی سے شہِ دیں کا
اِمام عصر کو پھر گریۂ غم بار بار آیا

پئے تقدیس دِل بھی جھک گیا میرا نسیم اُس دم
مقدس شہرِ مشہد میں جو مولا کا مزار آیا

منقبت

ضیائے حق کا دِیا دیجئے اِمام رضاؑ
دِل و نظر کو جلا دیجئے اِمام رضاؑ

خریدتا ہے رضائے خُدا کو کیسے بشر
مجھے وہ راز بتا دیجئے اِمام رضاؑ

تمہارا نام ضمانت کا واسطہ ہے امام
رہِ خطر سے بچا دیجئے اِمام رضاؑ

طلب کی راہ جو دُشوار ہو کبھی، تو مری
مسافتوں کو گھٹا دیجئے اِمام رضاؑ

عرب کے اور عجم کے ہیں آپ ہی سلطان
مری بھی بگڑی بنا دیجئے اِمام رضاؑ

مجھے سلیقہ نہیں ہے طلب کا اے آقا
مری طلب سے سوا دیجئے اِمام رضاؑ

اُجالا کیجئے نورِ نظر سے گھر میں مرے
یہ ایک چراغ جلا دیجئے اِمام رضاؑ

عزائے شاہ شہیداں ہے آپ کا وِرثہ
مجھے بھی اس کا صلہ دیجئے اِمام رضاؑ

عزائے شہؑ میں بسر ہو تمام عمر مری
مجھے یہ دِل سے دُعا دیجئے اِمام رضاؑ

جو میرے پاؤں میں لغزش کبھی بھی آ جائے
تو سیدھی راہ دکھا دیجئے اِمام رضاؑ

بچایا آپ نے حقانیت کو باطل سے
مجھے بھی شر سے بچا دیجئے اِمام رضاؑ

میں کر چکا ہوں زیارت تمہارے روضے کی
قبولیت کے ندا دیجئے امام رضاؑ

میں چاہتا ہوں کہ جب اِذن رُخصتی مانگوں
تو آپ خود ہی رضا دیجئے اِمام رضاؑ

میں چل کے گھٹنوں کے بل پھر سے آؤں گا مولا
پھر ایک بار صدا دیجئے اِمام رضاؑ

یہ منقبت ہو صدائے دل نسیمؔ حزیں
کچھ ایسی بات بنا دیجئے اِمام رضاؑ

بحضور امامِ نہم اَبی جعفر محمدؐ بن علی التقی الجوّاد
علیہ السلام

منقبت

صراطِ تقویٰ کامل میں ہیں اِمام تقیؑ
یہ کس یقین کی منزل میں ہیں اِمام تقیؑ

منافقت کے مقابل میں ہیں اِمام تقیؑ
حصارِ فتنۂ باطل میں ہیں اِمام تقیؑ

کمالِ زُہد و عبادت ہے نام تقویٰ کا
گروہِ ہادیٔ کامل میں ہیں اِمام تقیؑ

مناظرہ ہے کہیں، اور مجاہدہ ہے کہیں
ہر اِجتہاد کی محفل میں ہیں اِمام تقیؑ

لقب ہیں قانع و جواد و مرتضیٰ اُن کے
بلند کتنے فضائل میں ہیں امامِ تقیؑ

یہ علم و فضل کے سب کر چکے مدارج طے
اگرچہ عمرِ اوائل میں ہیں امامِ تقیؑ

محیطِ جود و سخا ہو کے سارے عالم کے
ہر اِک مراد کے ساحل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

سوارِ ناقۂ حسنِ عمل کوئی دیکھے
حسین نور کی محمل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

پدر کی طرح سے مامون کے ولی ہیں یہ
تبھی تو حلقۂ قاتل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

کی معتصم نے وہ سازش بدستِ اُم الفضل
وفورِ زہر ہلاہل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

ضیافتیں کوئی دیکھے سفیرِ یثرب کی
سراپا قید و سلاسل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

ہماری کیجئے حل ساری مشکلیں مولا
ہم آج بحرِ مسائل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

ہمیں بھی بابِ حوائج سے کچھ ملے اے جواد
کہ ہم بھی مجمعِ سائل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

کریں ہر ایک کی مشکل کشائی اے مولا
محبّ آپ کے مشکل میں ہیں اِمامِ تقیؑ

بحضورِ امامِ دہم اَبی الحَسَن علیؑ بِن مُحمّدٌ النّقیِ علیہِ السلام

منقبت

ابنِ جوّاد کے بھی عز و شرف کیسے ہیں
دسویں یہ نائبِ مرسل تو علیؑ چوتھے ہیں

مرتضٰی اور تقی ہادی لقب جیسے ہیں
اعلٰی و اوج صفت نام و نسب ویسے ہیں

اسمِ اعظم کہ تہتر ہیں مگر ربّ کے طفیل
ایک کو چھوڑ بہتر کی خبر رکھتے ہیں

وارثِ علم نبیؐ ہیں تبھی ہے ان کو عبور
کہ تہتر وہ زبانوں کو سمجھ لیتے ہیں

دسترس ان کو ہے ہیئت کے تغیر میں بہت
ریت اُٹھا کر اُسے سونے میں بدل دیتے ہیں

پوچھنے آیا تھا جو خواب کی تعبیر بشر
اتنے ہی خرمے اسے مثلِ نبیؐ دیتے ہیں

حلم اور فضل و سخا جو ہیں صفاتِ حسنہ
اُن کے ہی فیض و کرم کے یہ رواں چشمے ہیں

معتصم تا متوکل سہے ہر اِک کے ستم
ظلم کیا کیا نہ یزیدوں نے روا رکھے ہیں

ہادیٔ دِین کی یہ کشف و کرامت ہے نسیم
شیرِ قالین کو وہ زِندہ بنا دِیتے ہیں

بحضور امامِ یازدہم ابی محمد حسن العسکری
علیہ السلام

منقبت

سلسلے سے عصمت کے دوسرے حسنؑ یہ ہیں
ظاہری اِمامت کے آخری چمن یہ ہیں

عسکری لقب ان کا اور مزاج عمرانی
آخری محمد کے روح اور بدن یہ ہیں

بت منافقت کے سب ریزہ ریزہ کر ڈالے
اپنے جدِ اعلیٰ کی طرح بت شکن یہ ہیں

حجتِ زمانہ بھی اُن کی ہیں ضمانت میں
یہ رضائے دَوراں ہیں ضامن زمن یہ ہیں

اُن کے دَم سے قائم ہیں قائمِ محمدؑ بھی
وہ ہیں نورِ پوشیدہ شمعِ انجمن یہ ہیں

کِلک اُن کا لکھتا ہے، ہوں گر عبادت میں
معجزہ نما ایسے رازدارِ فن یہ ہیں

مدعا نسیم اُن سے کہہ زبان میں اپنی
حل کریں گے مشکل کو ماہرِ سخن یہ ہیں

منقبت

بیاں ہو کیسے حسن عسکری کی عظمت کا
پسر ہو جس کا کہ مختارِ کل قیامت کا

امامِ یاز دَہم اور تیر ہواں معصوم
جڑا ہے رشتہ امامت سے کیسا عصمت کا

یہ کنّیت جو تمہاری اُبو محمد ہے
شرف بتائے ہر اِک' آپ کی نجابت کا

ذکی و عسکری ' ہادی سراج ' ابنِ رضا
ملا ہر ایک لقب آپ کو فضیلت کا

ہر اِعتبار سے یہ افضل زمانہ ہیں
وہ علم و تقویٰ ہو یا مرتبہ شجاعت کا

پسر جو آپ کا غیبت میں ہو گا محشر تک
یہ اِنتظام خُدا کا ہے کس قیامت کا

اسی لیے تو رکھا راز میں مشیت نے
کہ آنے والا تھا اِک رازدار قدرت کا

مثالِ شعب ابو طالبی رہا عسکر
کہ بیج بویا گیا تھا جہاں عداوت کا

تھے نگہبانِ نبی جس طرح ابو طالب
ظہیر عسکری یوں خاتمِ امامت کا

رقم طراز ہے خود خامہ وہ ہیں سجدے میں
یہ معجزہ ہے اسی صاحبِ کرامت کا

یہ کون لکھتا ہے قرطاس پر وہی مضمون
صریر خامہ ہے یا دستِ غیب قدرت کا

یہ اپنی مہر کو پتھر پہ ثبت کرتے ہیں
بدلنا جانتے ہیں یہ مزاجِ فطرت کا

که ان کی کرتے ہیں حیوان بھی قدم بوسی
یہ اِحترام تو دیکھو خُدا کی خلقت کا

سب اس میں اپنی مودّت کے رنگ بھر دیجے
دلِ نسیم تو اِک آئینہ ہے حیرت کا

مہدیٔ موعود

بحضورِ امام دوازدہم اَبی القاسم مُحمّد بن الحَسَن المَھدِی
صاحبِ العَصرِ والزّمان قائمِ آلِ مُحمّد علیہ السلام

"آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا اِمتحاں مقصود ہے"
زُعم میں طاقت کے گر طاغوت اِک موجود ہے
نسلِ احمدؐ میں بھی باقی مہدیٔ موعود ہے

خیر و شر میں پھر زمیں پر ابتلاء ہونے کو ہے
اے یزیدِ عصر سن پھر کربلا ہونے کو ہے

قطعہ

جہاں یزید ہیں لاکھوں حسینؑ کوئی نہیں
میں عصرِ نو کی اُسی کربلا میں رہتا ہوں
پکارتا ہوں مدد کو تمہیں امامِ زماں
کہ جبرِ وقت کی میں اِبتلا میں رہتا ہوں

قطعہ

ہے خالقِ جس طرح پردے میں اور آنکھوں سے پوشیدہ
نظر آتا نہیں ہے آخری یوں پیشوا اپنا
خدا کو جیسے جانا ہے اِمامِ عصر کو پہچان
کہ دُنیا اور عقبٰی میں یہی ہے ناخدا اپنا

قطعہ

صدف میں حق کے نہاں ہے گہر امامت کا
ہے کس میں دَم کہ لگائے سراغ حجت کا
یہ جلوہ بار ہے فانوسِ کبریا میں نسیم
کسے مجال بجھائے چراغ غیبت کا

منقبت

میں ہوں دشتِ غیب کا راہرو، مرا راستہ کوئی اور ہے
مجھے خضرِ رہ سے غرض نہیں، مرا رہنما کوئی اور ہے

مرے نقشِ پا نہ تلاش کر، میں ہوں دَر بدر مرے ہم سفر
مجھے پیشِ غیب کا ہے سفر، مرا ہم نوا کوئی اور ہے

میں بھٹک سکوں یہ مجال کیا، مری گمرہی کا سوال کیا
مجھے خوف و فکر مآل کیا، مرا پیشوا کوئی اور ہے

ہے دیارِ غیب میں جلوہ گر، جو کسی کو آتا نہیں نظر
یہ زمانہ جس کا ہے منتظر وہ تو مہ لقا کوئی اور ہے

یہ جو تیری چلمنِ ناز ہے، یہ عجیب پردۂ راز ہے
یہ جو حق سے راز و نیاز ہے، یہ معاملہ کوئی اور ہے

جو مسیحِ ہو گا جہان کا، نہیں اس کے پاس مری دوا
مرا چارہ ساز ہے دوسرا، مری کیمیا کوئی اور ہے

تجھے خوفِ حشر ہے شیخ جی، ترا رہنما نہیں کوئی بھی
مجھے فکرِ حشر نہیں کوئی مرا آشنا کوئی اور ہے

یہ نہیں ہے خط مرے نامہ بر، مرے حال کی تجھے کیا خبر
جسے میں نے لکھا بچشمِ تر، وہ مراسلہ کوئی اور ہے

جو نبیؐ کو سمجھا ہے اپنا سا، وہی تجھ سے بھی ہے گریز پا
ترا اصل میں ہے مقام کیا، اُسے جانتا کوئی اور ہے

مرا بار ہوا جو امامؑ ہے، لیے منفرد وہ مقام ہے
یہ اسی رسول کا نام ہے جسے جانتا کوئی اور ہے

یہ جو میری عرضِ سلام ہے، یہ تو ساری نظرِ امام ہے
یہ جو میرا طرزِ کلام ہے، یہ مکالمہ کوئی اور ہے

یہ نہیں ہے بزمِ طرب کوئی، یہ نہیں ہے رزمِ ادب کوئی
یہ نسیم تیری ثنا گری، یہ مقاصدہ کوئی اور ہے

منقبت

ملجائیں نقش پا تو تری رہ گزر ملے
غیبت کدہ ملے تو ترا سنگ در ملے

دشتِ فراق میں ہے مجھے جس کا انتظار
اے کاش مجھ کو آج وہی منتظر ملے

اِک عمر سے رواں ہیں تری جستجو میں ہم
غیبت نشین اب تو کہیں تیرا در ملے

ہم کیوں نہ سر کے بل اُسی رستے پہ چل پڑیں
گزار ہے تو اُدھر سے اگر یہ خبر ملے

دِکھلا گیا جو مجھ کو اندھیروں میں راستہ
اے کاش وہ مجھ کو رفیقِ سفر ملے

بحرِ ستم میں تو ہے سفینہ نجات کا
اب غم نہیں جو موج ہر اِک پُر خطر ملے

دیکھے نظر سے اپنی وہ تیرے ظہور کو
تیرے ہر اِک محبّ کو جو عمرِ خضر ملے

محشر سے کم نہیں ہے سماں تیری دِید کا
تو رُوبرو ہے کیسے نظر سے نظر ملے

تیرے ہی دستِ غیب سے ہم کو شفا ملی
یوں تو مسیح بن کے بہت چارہ گر ملے

اے ساکنِ حریمِ تمنا دِکھائی دے
میں حالِ دِل سناؤں کہیں تو اگر ملے

سر کیا ہے اپنے دِل کو بھی سجدے میں خم کروں
گر بے خودی میں مجھ کو ترا سنگِ در ملے

اب آ کے اِنتقام لے ہر ظلم و جور کا
ہر اک یزیدِ عصر کا خنجر پہ سر ملے

جز اس کے کوئی لایا نہ منزل تلک نسیم
کتنے ہی خضر راہ مجھے عمر بھر ملے

منقبت

مکینِ عرش ہیں یا خاکداں میں رہتے ہیں
امامِ عصر مرے کس مکاں میں رہتے ہیں

جو ماہتاب کی تسخیر کر چکے ہیں بتائیں
مرے امامِ زماںؑ کس جہاں میں رہتے ہیں

سراپا نور کی اِک کہکشاں میں رہتے ہیں
وہ لم یزل کی طرح لامکاں میں رہتے ہیں

وہ ماوراء ہیں ہر اِک سرحدِ زمانہ سے
وہ کب قیودِ زمان و مکاں میں رہتے ہیں

چراغِ نور ہیں فانوسِ حق میں ہیں روشن
ندائے حق ہیں صدائے اذاں میں رہتے ہیں

غلافِ کعبہ کی صورت ہے اُن کے رُخ پہ نقاب
خدا کے پردۂ رازِ نہاں میں رہتے ہیں

اُنہیں جزائرِ خضرا ہی میں تلاش نہ کر
وہ رحمتوں کے ہر اِک سائباں میں رہتے ہیں

کیا سوال کسی معتقد نے جب بھی کبھی
ملا جواب دِل قدر داں میں رہتے ہیں

سراغ کیسے ملے تم کو قاتلانِ امام
وہ کب تمہارے یقین و گماں میں رہتے ہیں

تمہارے ظلم و ستم کی وہ دسترس میں نہیں
اِمامِ عصر خُدا کی اماں میں رہتے ہیں

ہمیں بھی ساتھ ہی رکھ اپنی خاکِ پا کی طرح
غبار بن کے ترے کارواں میں رہتے ہیں

ہیں جزو قصے کا تیرے امام عصر ہمیں
مثالِ حرف تری داستاں میں رہتے ہیں

عطا یقین کی دولت کرو ہمیں آقا
کہ کم یقیں ہیں ہجومِ گماں میں رہتے ہیں

خدائے عزوجل کر ظہور میں عجلت
ہم اِنتظار کے مارے جہاں میں رہتے ہیں

ہمیں بھی ساقئ دوراں ملے شراب ولا
کہ ہم بھی کاسہ لیے تشنگاں میں رہتے ہیں

نسیم کرتے ہیں رب کی طرح مدد مولا
نظر تو آتے نہیں درمیاں میں رہتے ہیں

منقبت

جانِ چمن ہو، رُوحِ بہاراں تمہیں تو ہو
مہکا ہوا ہے جس سے گلستاں تمہیں تو ہو

ایماں کا نور، آیتِ یزداں تمہیں تو ہو
ماہِ تمام، مہرِ درخشاں تمہیں تو ہو

مسند نشینِ محفلِ اِمکاں تمہیں تو ہو
غیبت میں رہ کے دیں کے نگہباں تمہیں تو ہو

پردہ ہے حق کی طرح مگر ضوفشاں ہے نور
پنہاں نظر سے ہو کے نمایاں تمہیں تو ہو

سرِّ نہاں ہو سینۂ قدرت میں اس لیے
ہر رازِ کائنات کا وِجداں تمہیں تو ہو

دَم سے تمہارے گلشنِ دیں پر نکھار ہے
عشرت کا دَور، عہدِ بہاراں تمہیں تو ہو

جز آپ کے مسیحِ زمانہ کوئی نہیں
مریم کا خواب عیسیٰٔ دوراں تمہیں تو ہو

ہر شے جہاں کی آپ ہی کی دسترس میں ہے
رشکِ کلیم، فخرِ سلیماں تمہیں تو ہو

وارث ہو انبیاء کے علوم و کمال کے
مخزن ہو علم کا، درِ عرفاں تمہیں تو ہو

تم ہی فروغِ دیں کا ہو مولا مدار اب
مرکز ہدیٰ کا، محورِ ایماں تمہیں تو ہو

سر پر تمہارے تاجِ اِمامت ہے ضوفگن
حاکم ہو عصر کے، شہِ دوراں تمہیں تو ہو

طوفان میں تمہیں ہو سفینہ نجات کا
ساحلِ مراد کا، لبِ ارماں تمہیں تو ہو

چمکے گا جو قریبِ قیامت جہان میں
نورِ ازل، وہ جلوۂ یزداں تمہیں تو ہو

پردہ کیم چاک ہو غیبت کا تو کھلے
فانوسِ حق میں شمع فروزاں تمہیں تو ہو

قصیدہ

چراغِ راہِ ہدایت ہو راستہ تم ہو
تمہیں ہو منزلِ مقصود رہنما تم ہو

چلا جو دَہر میں آدم سے لے کے خاتم تک
وہ ایک رُشد و ہدایت کا سلسلہ تم ہو

نبیؐ کے بعد امامت کی ابتداء ہیں علیؑ
علیؑ کے بعد اِمامت کی اِنتہا تم ہو

زمانہ وارثِ دِین نبیؐ سے خالی نہیں
امامِ عصر تمہیں، حجتِ خُدا تم ہو
ہر اک زمانے میں حجت کا خوں ہوا اَب یوں
خدا کے حکم سے غیبت میں پیشوا تم ہو

نجات کا ہو سفینہ اِمام وقت تمہیں
ہو خضر راہ تمہیں، میر قافلہ تم ہو

جہانِ تازہ میں تم ہی ہو عیسیٰؑ دوراں
علاجِ درد تمہیں درد کی دوا تم ہو

بجز تمہارے نہیں کوئی بھی مسیح زمن
طبیب و چارہ گر و باعثِ شفا تم ہو

تمہارے نام سے ہوتی ہے مستجاب دُعا
تمہیں ہو لب پہ دُعا، حاصل دُعا تم ہو

تمہیں ہو بادباں رحمت کا کشتی دِیں میں
نہیں ہے کوئی بھی، اُمت کے ناخدا تم ہو

ہو تم ہی ملجا و ماویٰ سب اہلِ ایماں کا
ہر ایک عاصیٔ اُمت کا آسرا تم ہو

اگرچہ دَہر میں باطل کا دور دورہ ہے
تمہیں ہو داعیٔ حق، حق کا مدعا تم ہو

زمیں پہ تم ہو خدا کے خلیفۂ آخر
ہدایتوں کے لیے ربط و واسطہ تم ہو

خدا نے تم کو بنایا ہے حجت آخر
وقارِ نوعِ بشر، فخرِ انبیاء تم ہو

بجز تمہارے ہے مسند نشینِ غیبت کون
سنائی دیتی ہے جو غیب کی صدا تم ہو

غلافِ کعبہ میں تم ہی تو ہو حرم کی طرح
ردائے راز میں غیبت کا ماجرا تم ہو

ہوائے ظلم و ستم سے جو گل نہ ہو گا کبھی
چراغِ عظمتِ فانوسِ کبریا تم ہو

تم ایک آیتِ عظمیٰ ہو بزمِ عام میں
یہی ہے رازِ جلی غایتِ خُدا تم ہو

ہے کتنے قرنوں سے روشن جو بزمِ غیبت میں
وہ اِک چراغ ہدیٰ نور کا دِیا تم ہو

سراپا حق ہے خُدا اس لیے ہے پوشیدہ
اُٹھاؤ پردۂ غیبت کہ حق نما تم ہو

امامِ وقت ہو تم رہنمائے عصرِ جدید
ہر ایک شورشِ دوراں سے آشنا تم ہو

تم ایک چشمۂ حیواں ہو اہلِ دیں کے لئے
خدا کے فیض سے ایمان کی بقا تم ہو

تجلیاتِ محمدؐ دِکھائی دیں جس میں
صفاتِ مصطفوی کا وہ آئینہ تم ہو

تمہارے دَم سے ہے مہکا ہوا یہ دیں کا چمن
مشامِ جاں کے لیے بوئے جانفزا تم ہو

یہ کس مقام پہ فائز ہو تم مری سرکار
نبیؐ ہیں ختمِ رُسل، ختمِ اوصیاء تم ہو

پڑھیں گے عیسیٰ مریم بھی جس کے پیچھے نماز
نبیؐ کی آل میں اِک ایسے پیشوا تم ہو

ہماری کشتیٔ عصیاں بھنور میں ہے مولا
بچا لو ہم کو تلاطم سے، ناخدا تم ہو

جہاں میں آج تو ظلمت کا بول بالا ہے
دِکھاؤ راہ ہمیں شمعِ کبریاء تم ہو

غضب ہوا سوا نیزے پہ آ گیا سورج
مدد کو آؤ کہ محشر کا آسرا تم ہو

منقبت

بے خطر آب وا ہے مے خانے کا باب اچھی طرح
بھر لے پیمانے میں غیبت کی شراب اچھی طرح

ٹوٹ کر رہ جائے گی زنجیر ظلم و جبر کی
آئے گا دُنیا میں حق کا اِنقلاب اچھی طرح

چہرۂ طاغوت و استبداد ہو گا اب عیاں
روئے باطل سے ہٹے گی پھر نقاب اچھی طرح

کر رہا ہے ہر یزیدِ وقت بیعت کا سوال
آ کے مہدی اس کا دے دیں گے جواب اچھی طرح

ہر شہیدِ کربلا کے خوں کا ہو گا اِنتقام
خود اِمام وقت لیں گے یہ حساب اچھی طرح

اس کی خوشبو سے مہک اُٹھے گا گلشن دِین کا
جب کھلے گا وہ اِمامت کا گلاب اچھی طرح

پردۂ غیبت سے باہر آیئے اب تو امام
اب تو چہرے سے اُلٹ دیجے نقاب اچھی طرح

آیئے اب رُوبرو کے تابِ نظارہ نہیں
ہے محبوں کے دِلوں میں اِضطراب اچھی طرح

تھک گئے ہیں منکروں پر بھیج کر ہم لعنتیں
آ کے اُن کا کیجئے خانہ خراب اچھی طرح

پرچمِ عباس ہو قومی نشاں اِسلام کا
جنگ میں باطل سے ہو حق کامیاب اچھی طرح

نظمِ مے خانہ ہے برہم مے بھی اب بے کیف ہے
بارہویں ساقی پلا حق کی شراب اچھی طرح

حشر تک نشہ نہ اُترے، دیجئے وہ مے امام
تابہ ایں ہو جائے وا کوثر کا باب اچھی طرح

اب تو جلد آ جایئے میرے اِمامِ منتظر
ورنہ ہو جائے گی پھر مٹی خراب اچھی طرح

اک عریضے کی طرح جو شعر لکھتا ہے نسیم
اس کا بھی دیجئے کبھی مولا جواب اچھی طرح

منقبت

محترم ہے بصد احترام آئے گا
تھا جو غیبت میں عالی مقام آئے گا

خوش قدم ہادیٔ خوش خرام آئے گا
خوش سیر مہدیؑ خوش کلام آئے گا

قائمِ آلِ احمدؐ ہے جس کا لقب
اب نبیؐ کا وہ قائم مقام آئے گا

جس کو غیبت کے پردوں میں حق نے رکھا
ظاہراً بارھواں وہ اِمام آئے گا

تھا علیؑ جس کا پہلا ہلالِ مبیں
اُس اِمامت کا ماہِ تمام آئے گا

گامزن جس پہ سب تھے نبیؐ کے وصی
پھر وہی مصطفیٰؐ کا نظام آئے گا

اب تغیر نہ ہو گا شریعت میں کچھ
دِین حق کا وہ بن کے قیام آئے گا

قاتلانِ شہیدانِ حق کے لیے
منتقم اِک پئے اِنتقام آئے گا

جاں بلب ہو گا آخر یزیدی نظام
جاوِداں اِک حسینی پیام آئے گا

ہونے والے ہیں آزاد صیدِ زبوں
آج صیاد خود، زیرِ دام آئے گا

جس کے دامن کو تھامے رہے عمر بھر
ہاں وہی اپنے محشر میں کام آئے گا

دیکھیے گا شرف دید کا اس کو بھی
چل کے یہ دِلِ شکستہ غلام آئے گا

بالیقیں تیرے مدحت نگاروں میں اب
فخر ہے مجھ کو بھی میرا نام آئے گا

دستِ ساقی کے لطف و کرم سے تسنیم
میری جانب مودّت کا جام آئے گا

اَینَ السّببُ المُتّصل بَینِ الارضِ وَالسّماء

کوئی تو ہے سبب اس اتّصالِ چرخ و گیتی کا
کہ شیرازہ نہیں بکھرا ابھی اِنساں کی ہستی کا

نہیں ٹھہرے ہوئے یونہی زمین و آسماں اب تک
تباہی کے کوئی روکے ہوئے ہے کارواں اب تک

کوئی تو ہے کہ قائم جس کے دم سے ہے جہاں سارا
کہ باقی ہے زماں سے جو مکاں کا دائمی رشتہ

کوئی تو ناخُدا باقی ہے اب بھی سارے عالم میں
خُدا کی کوئی حجت ہے ابھی تک نسلِ آدم میں

کوئی تو ہے کہ پیشانی سے جس کی صبح روشن ہے
ہر اِک شاخِ شجر سرسبز ہے شادابِ گلشن ہے

کوئی تو ہے کہ جو گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے
مدد کے واسطے جب کوئی اس کا نام لیتا ہے

کوئی تو ہے کہ جو گم کردگاں کو رہ دِکھاتا ہے
وہ رشکِ خضر منزل کا پتہ اُن کو بتاتا ہے

کوئی تو فخرِ عیسیٰ ہے مسیحا عصرِ حاضر کا
مسیحائی کرے ہے اور نگاہوں سے ہے پوشیدہ

کوئی تو ہے کہ جو طاغوت اس سے تھرتھراتا ہے
وہ بن کر خوف دِل میں اس کے ہر دم سرسراتا ہے

نہ ہو وہ تو ستارے مہر و مہ بے نور ہو جائیں
زمین و آسماں ٹکرا کے چکنا چور ہو جائیں

نہ ہو وہ تو عدالت پر خُدا کی حرف آ جائے
سحر ناپید ہو، تیرہ شبی عالم پہ چھا جائے

نہ ہو وہ دَہر میں اِک پل تو آفت ایک آ جائے
قیامت سے بہت پہلے قیامت ایک آ جائے

لہٰذا ہے کوئی جس کے سبب رونق ہے محفل میں
جو ہر دَم ہر جگہ موجود ہے غیبت کے محمل میں

زمین و آسماں جن و بشر ہیں منتظر جس کے
نبیؐ، مرسل، ائمہ سر بسر ہیں منتظر جس کے

خُدا کا شکر کہ خالی نہیں دُنیا یہ حجت سے
کوئی احمدؐ صفت موجود ہے، عالم میں ہر لمحے

امامت انبیاء کی جیسے کی احمدؐ نے اقصیٰ میں
کرے گا پیشوائی یہ بھی اُن کی ویسے کعبہ میں

فروغِ دیں ہوا جس طرح سے احمدؐ کے ہاتھوں سے
عروج اِسلام کو پھر سے ملے گا اس کی باتوں سے

وہ میرے اور خُدا کے درمیاں اِک ربطِ کامل ہے
دُعاؤں میں اجابت میری' اُس کے دم سے شامل ہے

نسیمِ دِل گرفتہ کو اگر دِیدار ہو جائے
اسی عیسیٰ نفس سے ٹھیک یہ بیمار ہو جائے

وہ نائبِ رسول' وہ مرا امام زندہ ہے

یہ ملحدین جان لیں' یہ کافرین جان لیں
منافقین جان لیں' یہ مشرکین جان لیں
ہے جن پہ لعن حشر تک' وہ کاذبین جان لیں
بڑھیں نہ اپنی حد سے وہ عدوئے دین جان لیں

خدائے ذُوالجلال کا ابھی کلام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

بزعمِ خود نہ یہ کہو کہ طاقتِ عظیم ہو
عدوئے کبریا کے تم ازل سے ہی ندیم ہو
یہ شیطنت ہے کبر ہے جبھی بھی تم رجیم ہو
تبھی تو ہو جہنمی تبھی تو تم جحیم ہو

نکال دو جو دل میں یہ خیالِ خام زندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمامؑ زِندہ ہے

یہ طاقتِ عظیم تو فقط خدا کی ذات ہے
کہ دسترس میں جس کی سب یہ نظمِ کائنات ہے
اُسی کے اِختیار میں فنا ہے اور حیات ہے
اسی کے انتظام کو ابد تلک ثبات ہے

خدائے لاشریک کا وہی نظام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

وہی ہے حجتِ خدا وہی جہاں کا منتظم
ہر ایک شے کے واسطے وہی تو ہوگا منصرم
خلاف ظالمین کے چلائے گا وہی مہم
خدا کا قہر بن کے وہ عدو کا ہوگا منتقم

وہ جس کے دِل میں کربلا کا اِنتقام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

فجور و فسق وجور کی بھی ہو چکی ہے اِنتہا
ہر اِک بلادِ حق میں اب بپا ہے ایک کربلا

ہے تنگ اہلِ دِین پر یہ زِندگی کا دائرہ
رہے گا ختم ہو کے اب یہ ظلمتوں کا سلسلہ

کہ تیرگئی دہر میں مہِ تمام زندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

ہے دُشمنوں کی بات کیا کچھ اپنے بھی شریر ہیں
نظر کے اندھے، دِل کے کالے اور بے ضمیر ہیں
عدوئے آل ہیں وہی جو منکرِ غدیر ہیں
جو مومنوں کے قلب میں عداوتوں کے تیر ہیں

عدوئے آل جان لیں، علیؑ کا نام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

مہک علیؑ مرتضیٰ کی، نکہتِ رسولؐ ہے
ریاضِ فاطمہؑ کا یہ سدا بہار پھول ہے
بہارِ خلد کا یہی جہان میں نزول ہے
تبھی تو عطر بیز اُس کے خاکِ پا کی دُھول ہے

وہ گلعذار و گل بدن وہ لالہ فام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

چلو کہ چل کے ڈُھونڈ لیں نقوشِ پائے محترم
جو دشتِ غیب میں رواں دواں ہے یا رودم بہ دم
جو آج اس جہان میں ہے سب سے زیادہ ذی حشم
جبیں کے بل چلے چلو اُٹھاؤ مت کوئی قدم

وہ میرِ کارواں حق، وہ خوش خرام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

وہ پیشوائے دو جہان وہ رہ نمائے اہلِ دیں
ہیں جس کے منتظر سبھی اِمام اور مرسلیں
وہ جس کے پیچھے فخر سے جھکے مسیح کی جبیں
خوشی میں آسمان سے یہ کہہ رہی ہے اب زمیں

وہ حسنِ کائنات، وہ فلک مقام زندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

بھرے گا امن و آشتی سے آ کے وہ جہان کو
مٹائے گا ہر ایک ظلم و جور کے نشان کو
سنوار دے گا آ کے جو زمین و آسمان کو
نکھارے دے گا رنگ و بو سے دیں کے گلستان کو

جہاں میں ختمِ مرسلیں کا یہ پیامِ زندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

پلا پلا اے ساقیا شراب آ گہی پلا
تجھے خدا کا واسطہ سبوئے وحدتی پلا
تجھے نبیؐ کا واسطہ مئے پیمبری پلا
تجھے ولی کا واسطہ مجھے ولایتی پلا
تجھے خبر ہے اِک سدا کا تشنہ کام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

پلا پلا اے ساقیا شرابِ جاں فزا پلا
غدیرِ خم سے لے کے آ مجھے مئے وِلا پلا!
شرابِ کہنہ کا مجھے ذرا نہیں گلہ پلا
میں جاں بلب ہوں ساقیا مجھے ذرا ہلا، پلا

مئے غدیر باقی ہے وِلا کا جام زِندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

بنام پنجتن شعورِ معرفت کا جام دے
بہک سکوں نہ پی کے میں جو ہوش کی لگام دے
بفیض بارہ چودہ وہ شراب لالہ فام دے
پیوں تو پارسا لگوں وہ زُہد کا مقام دے

اسی امید پر ترا یہ خوش کلام زندہ ہے
وہ نائبِ رسول وہ مرا اِمام زِندہ ہے

امواجِ مدحت میں حسنِ عقیدت اور شعری محاسن کا امتزاج جناب نسیم کاظمی کے مخصوص اندازِ نظر سے گہری مناسبت رکھتا ہے' ان کی ذہنی تربیت اس نہج پر ہوئی کہ صاحبانِ عصمت و طہارت کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہونے کے ساتھ انہوں نے مودّت کی سندِ اعتبار پا کر اپنی عاقبت بھی سنوار لی۔

روزِ حساب کی نہیں کچھ فکر اب نسیم
دل میں مرے ولائے علیؑ بے حساب ہے

نسیم کاظمی کے ہاں کلاسیکی اسلوب نمایاں ہے' سادہ اور پُر کار لہجہ ان کی پہچان بن گیا ہے' چہاردہ معصومینؑ سے اپنی عقیدت اور محبت کو سلیقے سے پیش کرنا' حمد' نعت' قصیدہ اور سلام منقبت کی ترتیب میں التزام برتنا ہنرمندی اور فکری کاوش کا منہ بولتا ثبوت ہے' جدت طرازی سے ان کی طبیعت ابا کرتی ہے' ان کا تخلیقی عمل روایت کا پابند ہے' یہی وجہ ہے کہ نئے تجربے کی بجائے مدحت کا قرینہ ان کے پیش نظر رہتا ہے۔

حسن عسکری کاظمی

نہیں معلوم کہ جناب جمشید رضوی صاحب نے مجھ کو ناچیز کو سیّد محمد نسیم کاظمی صاحب کی کتاب ''امواجِ مدحت'' کا فلیپ لکھنے کے لئے کیوں منتخب فرمایا۔ جب کہ اساتذۂ فن اور بہترین نقاد حضرات بحمد اللہ یہاں موجود ہیں۔

مدحت محمدؐ و آلِ محمدؐ وہ لازوال سرمایہ ہے کہ جس کی خوشبو سے گلستانِ عالم مہک رہا ہے اور یہ توفیق مدحت گزار کے لئے ابدی سعادت کی دلیل ہے۔ یہ وہ ایمان پرور خوش بختی ہے کہ جس کی شعائیں میدانِ حشر تک کے لیے روشنی اور رہنمائی عطا کرتی ہیں۔ اسی سے نثر نگار یا شاعر نہ صرف اپنے عقائد کی صراحت کرتا ہے بلکہ بارگاہِ معصومینؑ سے اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اسی سے اس کا مقصدِ تخلیق بھی واضح ہوتا ہے۔ اِسی سے وہ اپنا رشتہ مودّت کی کہکشاں سے جوڑ لیتا ہے اور اسے عشقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی حد کمال قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ احساسات و جذبات کا بہترین ذریعۂ اظہار زبان و قلم ہے جس سے نثر نگار یا شاعر اپنی کاوش کو پُر شکوہ بنانے کے لیے تشبیہات و استعارات کا زیور پہنا کر عروسِ تخلیق کو سنوارتا ہے۔

سیّد محمد نسیم کاظمی صاحب نے بھی شاہراہِ نجات کا سفر اشعار کی روشنی میں شروع کیا ہے۔ خدا کرے وہ اپنے مقصد میں کما حقہ کامیاب ہوں اور بارگاہِ معصومین سے جزائے کثیر کے حقدار قرار پائیں۔

''فقیر درِ آلِ عبا''

مظفر نقوی

پاکستان میں رابطے کا پتہ:

سیّد محمد نسیم کاظمی

۷۲، خیابانِ سحر، تھرٹی تھرڈ اسٹریٹ
ڈی-ایچ-اے فیز فائیو ایکسٹینشن
کراچی، پاکستان

رابطے کے نمبر:

رہائشی نمبر : +۹۲۲۱-۵۸۴۵۶۴۵
موبائل نمبر : +۹۲۳۰۰۲۲۶۹۶۳
فیکس نمبر : +۹۲۲۱۵۳۴۳۹۲۶

سیّد محمد نسیم کاظمی

دوحہ میں رابطے کا پتہ:

کوالٹی کنٹرول انجینئر
السیف انجینئرنگ کانسٹریکٹنگ
پی-او-بوکس ۲۲۴۵۳
دوحہ، قطر

رابطے کے نمبر:

کمپنی کا نمبر: +۹۷۴-۴۳۷-۵۹۷۶
موبائل نمبر: +۹۷۴-۵۶۰-۱۰۳۶
فیکس نمبر : +۹۷۴-۴۳۷-۵۹۷۸

ترتیب چہاردہ معصومین

۱ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲ السیدة فاطمة الزهراء بنت محمد رسول اللہ سلام اللہ علیها علیہما
۳ امام اوّل : ابا الحسنین امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام علیہما
۴ امام دوئم : ابی محمد الحسن المجتبیٰ ابن علی علیہ السلام علیہما
۵ امام سوئم : ابی عبداللہ الحسین ابن علی علیہ السلام //
۶ امام چہارم: ابی محمد علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام //
۷ امام پنجم : ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام //
۸ امام ششم : ابی عبداللہ جعفر ابن محمد الصادق علیہ السلام //
۹ امام ہفتم : ابی ابراهیم موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہ السلام //
۱۰ امام ہشتم : ابی الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام //
۱۱ امام نہم : ابی جعفر محمد بن علی التقی الجواد علیہ السلام //
۱۲ امام دہم : ابی الحسن علی بن محمد النقی علیہ السلام //
۱۳ امام یازدہم: ابی محمد الحسن العسکری علیہ السلام
۱۴ امام دوازدہم: ابی القاسم محمد بن الحسن المهدی علیہ السلام //